لبّا نہ لبّا
محمد عباس طوروی

"آخر ابا گیا کہاں ہوگا......؟" شیدے نے منیرے سے پوچھا۔

"......یا تو وہ گھاس چرنے کے لئے جا سکتا ہے اور یا پھر وہ کہیں منہ مارنے کے لئے جا سکتا ہے۔ ظاہر چھپنے کے لئے ہی کہیں گیا ہوگا۔ ...." منیرے نے فلسفیانہ سوچ کے بعد نتیجہ اخذ کیا۔

"گھاس کی حد تک تو ٹھیک ہے لیکن ابا کہیں منہ کیوں نہیں مار سکتا؟" شیدے یعنی ساوے کی اولاد نمبر دو نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرانگی کی جھلک موجود تھی۔

"اوئے بدھو! ہمارے ابے کو کون "منہ مارنے" دے سکتی ہے اور اگر

مارنے بھی دے تو تم اپنی نام نہاد عقل کو تھوڑی سی زحمت دے کر ابے
کی اولاد کی گنتی کرنے کے بعد فیصلہ کرو کہ کیا ابا اب بھی منہ مارنے کی
تاب رکھتا ہے؟...... ارے مجھے تو لگتا ہے کہ ابے نے ہمارے حصے کا
بھی منہ مار لیا ہے اور اب شاید ابا اپنی جوانی ہنڈا (گزار) چکا ہے؟"
"نہیں' یہ کیسے ہو سکتا ہے...... ابا تو دیسی خوراک سے پلا ہوا ہے۔
'خالص دودھ اور مکھن وغیرہ سے۔ وہ کیسے بوڑھا ہو سکتا ہے؟......
ویسے بھی تم نے سنا نہیں کہ مرد کبھی بوڑھا نہیں ہوتا؟"
"وہ کنواری زندگی گزارنے والے مرد کے بارے میں کہا جاتا ہے
'شادی شدہ مردوں کے بارے میں نہیں...... 'منیرے نے
وضاحت کی۔"...... یا پھر ایسے مردوں کے بارے میں جو حکیموں
اور عطائی ڈاکٹروں کے ایجاد کردہ کشتہ جات افورڈ کر سکتے ہیں اور
ہمارے ابے کے پاس تو چرس کے لئے پیسے نہیں ہوتے' وہ کیسے یہ
کشتے خرید کر استعمال کر سکتا ہے؟"
"اس کا مطلب ہے کہ ہمارا ابا اب "پھس" ہو گیا ہے' سچ سچ مجھے تو اپنی
جوان ماؤں پر ترس آ رہا ہے" شیدے نے افسوس بھرے انداز میں
کہا۔
"اپنی ماؤں پر ترس کھانے کی بجائے میں تو ان کی طرف سے رب کو
شکر ادا کرتا ہوں کہ انہیں بھی اب سکون ملے گا اور رہی زندگی کی گاڑی
تو پہلے یہ چنگ چی کی طرح ہی چل رہی تھی یعنی آگے بڑا پہیہ اور پیچھے
دو پہیے---"
"تم نے اپنے باپ کو گدھا کہہ دیا......؟ شیدے نے حق پسری ادا
کرنے کی ناکام کوشش کی۔
"ابے کو کس نے گدھا کہا ہے..... گدھا تو میں نے ابے کی اولاد کو کہا
ہے بشمول اپنے' جواب محنت کر کے ان میاں بیویوں کی زندگی کی

گاڑی کو کھینچے گی۔"

شیدا تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گیا' شاید خود کو زندگی کے اس بھاری ریڑھے کے آگے جتا ہوا گدھا تصور کر رہا تھا۔ جبھی تو اس نے ایک سرد آہ بھری اور دنیا کے خیالوں سے باہر آ گیا۔

"اصل مسئلہ تو وہیں کا وہیں ہے کہ ابا گیا کہاں ہو گا؟ فی الحال تو ہمیں اس مسئلے پر غور کرنا چاہیے........"

یہ مسئلہ تو مسئلہ "چیتا غورث" سے بھی زیادہ مشکل ہے کیونکہ ابا ایسی جگہ تو گیا ہی نہیں ہو گا جہاں ہمارا خیال بھی جا سکے....."منیرا گہری سوچ میں غرق ہو گیا۔

"احمق! مسئلہ "چیتا غورث" نہیں ہوتا بلکہ وہ مسئلہ "سیسہ غورث" ہوتا ہے سکول میں تھوڑا دھیان سے پڑھ لیتے تو ایسی بونگیاں نہ مارتے۔" شیدے نے اسے سرزنش کی۔

"چلو جو بھی ہے ٹھیک ہے اسے چھوڑو اور یہ سوچو کہ ابا جا کہاں سکتا ہے؟"

منیرے نے کہا تو شیدا علامہ اقبال کا سا پوز بناتے ہوئے دائیں ہاتھ کی مٹھی بند کر کے کنپٹی کے اوپر رکھ کر سوچنے کی کوشش کرنے لگا مگر ناکامی پر تنگ آ کر یوں بول اٹھا۔

"منیرے! یہ تم نے مجھے سوچنے کا تو کہہ دیا ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ سوچتے کیسے ہیں؟"

"صاحبزادے! سوچنے کی سوچ بھی مت' یہ تمہارے بس کی بات تو نہیں---؟

منیرے نے برادرانہ شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔" خالق کائنات نے سوچنے کی حس صرف انسان کو دی ہے۔ اگر باقی مخلوقات کو بھی عقل عطا کر دیتا تو آج دنیا کی آبادی سے زیادہ شعراء کے

دیوان ہوتے اور سائین دان اسی فکر میں دبلے ہوئے رہتے کہ تمام دیوان رکھے کہاں جائیں؟''

''تمہارا مطلب ہے کہ جس کے پاس عقل ہو'وہ شعر کہہ لیتے ہیں؟

اسطرح تو عقل مند میں ہوا کیونکہ میں شعر کہہ سکتا ہوں جبکہ تم جو خود کو عقل مند کہنے کا صرف دعوی رکھتے ہو' آج تک ایک بھی شعر نہیں کہہ سکے۔'' شیدے نے فخریہ انداز میں کہا۔

''ایں......تم شعر کہہ سکتے ہو یعنی کہ میرا مطلب ہے'اصلی شعر.....؟'' مارے حیرانی کے بے ہوش ہوتے ہوتے بچا۔

''ہاں'اصلی شعر.......نقلی شعر بھی ہوتے ہیں کیا........؟''

''ہاں'ہوتے ہیں......نقلی شعر وہ ہوتے ہیں جسے تمہارے جیسے بے وقوف اعلیٰ کہہ دیں۔''

''تم جل رہے ہو ورنہ ایک شاعر کو اس کے منہ پر بے وقوف نہ کہتے۔

تم نہیں جانتے کہ شاعر کا دل کتنا حساس ہوتا ہے؟'' شیدا آبدیدہ ہو گیا۔'' تم نہیں جانتے کہ تمہاری اس بات سے مجھے کتنا رنج ہوا ہے۔''

''کتنا رنج ہوا ہے.........؟''

''اتنا کہ میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں تمہیں اور شاعری دونوں کو لات مار کر کسی ویرانے میں چلا جاؤں اور سکون سے بیٹھ کر یہ شعر پڑھتا رہوں کہ گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے۔'' شیدے نے آزردگی سے کہا۔

''یعنی شاعری پر لات مارنے کے بعد بھی شعر پڑھا کرو گے......؟'' منیرے نے پوچھا۔

''شاعری کرنے پر لات ماروں گا'پڑھنے پر نہیں.........''

''تو پھر مجھے کوئی شعر تو سناؤ مجھے بھی تو پتہ چلے کہ میں کس عظیم شاعر

سے ہمکلامی کی سعادت حاصل کر رہا ہوں.........؟"

"یہ تو ہے.........ہو سکتا ہے کہ تاریخ میں بھی جب کہیں میرا ذکر ہو تو ساتھ یہ بھی لکھا جائے کہ مرحوم کو اپنے بڑے بھائی سے بہت انس تھا اور مرحوم پہروں بیٹھ کر بھائی کو شعر سناتے رہتے تھے اور شاید یہ بھی درج کر دیا جائے کہ ان کے پہلے سامع سخن بھی ان کے بڑے بھائی ہی تھے.........."

".......اور آخری بھی........" منیرے نے زیر لب کہا۔ "یار! تم شعر بھی سناؤ گے کہ نہیں.......؟"

"تمہیں میں اپنا تازہ کلام سناتا ہوں جو رات کو ہی وارد ہوا تھا......"

یہ کہہ کر شیدا یوں دوزانو ہو کر بیٹھ گیا جیسے کسی ایسے مشاعرے میں بیٹھا ہو جو پی ٹی وی پر نشر ہوتا ہو۔

منیرا جو کہ ہمہ تن گوش تھا' شیدے کو خاموش پا کر بول اٹھا' کیا شعر یاد

نہیں رہا؟"

"نہیں یاد ہے۔ لو سنو.......عرض کیا ہے......." شیدا ایک بار پھر عرض کیا ہے' کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"کچھ آگے بھی بھونکو گے کہ اسی پر ٹرخانا ہے.......؟" منیرا تپ گیا۔

"لو سنو' خواہ مخواہ غصے ہو رہے ہو.........."

عرض کیا ہے ' قرض کیا ہے
بیمار عشق کا ' مرض کیا ہے
حضرت ساوا پہ ' قرض کیا ہے
عرض تو سنا ہے ' ارض کیا ہے
قصہ مختصر کون ہے ' الغرض کیا ہے

"البتہ مقطع میں اپنا تخلص فٹ نہیں ہو پا رہا' تم ہی بتاؤ میں کیا کروں۔
شیدے نے ایک ہی سانس میں غزل پڑھی اور اسی لے میں سوال بھی
جڑ دیا۔

"تخلص کیا ہے تمہارا........؟"

"میرا تخلص دلگیر ہے۔"

"تو پھر مقطع میں درپیش تمہاری مشکل میں حل کیے دیتا ہوں۔" منیرا
مسکرایا۔

"وہ کیسے؟" شیدے نے اشتیاق سے پوچھا۔

"وہ یوں کہ........"

دلگیر کو شاعری سے ' غرض کیا ہے

"اس کا مطلب ہے کہ تمہیں میری غزل پسند نہیں آئی۔ کہو تو اپنی
بہترین غزل سناؤں۔"

"ہاں' بصد شوق.........." منیرے نے کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے
کے بعد کہا......"

"جھگڑا اجارہ داری کا ہوتا ہے
رقیب سے شراکت کا نہیں ہوتا
تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی الو کا پٹھا نہیں ہوتا"

"شیدا اپنی لے میں پڑھتا جا رہا تھا کہ منیرے نے فوراً کہا۔" یہ شعر تو
سنا سنا لگتا ہے۔"

"کس الو کے پٹھے نے سنایا ہوگا میرا شعر چوری کر کے.......؟"

"الو کا پٹھا تو اب سنا رہا ہے' گدھے! شاعری میں الو کا پٹھا کا تخلص تو
کوئی احمق ہی استعمال کر سکتا ہے۔"

منیرے نے توہین شاعری پر غصے میں آ کر کہا......"

احمق بھی کہا، گدھا بھی، مگر
جو احمق ہو وہ گدھا نہیں ہوتا

"اوئے یار میں تیرے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں کہ شاعری پر رحم کر اور اپنی نام نہاد شاعری کو نالی میں بہا دے۔ پہلے ہی عہد حاضر میں روح شاعری پر بہت مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ اہل حرص و طمع نے شاعری کو ذریعہ عزت کی بجائے ذریعہ معاش بلکہ ذریعہ عیش بنا لیا ہے اور شاعری کے تن سوختہ پر ہر روز نئے نئے انگارے گرائے جاتے ہیں.........اور اب کیا تمہاری نیت اسے بالکل ہی خاکستر کرنے کی ہے۔" جوش خطابت سے منیرے کا منہ سرخ پڑ گیا۔

"تم تو غصے میں آ گئے ہو۔ آخر اس شاعری میں ایسی بھی کیا برائی ہے؟" شیدے نے کہا۔

"برائی شاعری میں نہیں، تم جیسے شاعروں میں ہے جو شاعری کے نام پر تہمت لگاتے ہیں۔ منیرے کے لہجے میں ابھی تک خفگی تھی۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارا استاد پہلے ہی میرے زیر اعتراض ہو" منیرا ہلکا سا مسکرایا'......اور اب اس شاعری وغیرہ پر لات مارو اور آئندہ شعر کہنے کا خیال بھی مت کرنا ورنہ تم سا معذور دنیا میں کوئی نہ ہو گا۔

"چلو شاعری پر تو میں لات مارتا ہوں مگر ابے پر بھی کیا لات ہی ماروں، جو صبح کا گھر سے فرار ہے" شیدے نے غروب ہوتے سورج کو دیکھ کر کہا۔ "اب تو دن بھی ڈھل گیا ہے۔ جانے وہ گیا کہاں ہے؟"

"کسی کے گھر تو جا سکتا نہیں کہ اسے کون اپنے گھر میں گھسنے دے گا، آخر سب کو اپنا مال اسباب پیارا ہوتا ہے اس لئے وہ کہیں باہر ہی آوارہ گردی کر رہا ہو گا یا پھر کسی ویران جگہ پر چھپا بیٹھا ہو گا۔"

"ایسے ہی گھوم پھر رہا ہوتا تو مل نہ جاتا۔ ہم بھی آخر اسے ڈھونڈ ڈھونڈ
کر تھک گئے ہیں۔ وہ ضرور کسی ایسی جگہ گیا ہے جہاں ہمارا خیال بھی
نہیں جا سکتا۔" شیدے نے متفکرانہ سوچ سے کہا۔

"ایسی جگہ جہاں ہمارا خیال بھی نہ جائے' کاکے کا باغ ہی ہو سکتا
ہے۔" منیرا اچانک بولا۔

"ہاں واقعی .... شیدا اچھل پڑا۔

منیرے نے تھوڑے سے غور و فکر کے بعد کہا۔" ہاں وہ بیلے کے چھپر
میں جا سکتا ہے۔"

شیدا ایک بار پھر اچھلا۔ ہاں ضرور ابا وہیں گیا ہوگا۔"

منیرا جو کہ کسی گہری سوچ میں سر کے بالوں تک دھنسا ہوا تھا' بولا۔

"......... مگر نہیں ابا وہاں بھی نہیں گیا ہوگا کیونکہ اس کے خیال میں'
میں اس کے اس ٹھکانے سے واقف ہوں۔ اس نے مجھے کئی بار اپنے

کنوارپن کے قصے سناتے ہوئے بیلے کے چھپر کا انتہائی رنگین بیانی
سے ذکر سنایا تھا۔ جہاں سب سے چھپ کر محبت کا کھیل کھیلا کرتا تھا۔

"مگر کس سے .... شیدا بولا۔"

"میری اماں یعنی اماں نمبر ایک سے۔ ابا تو وہ قصہ سناتے ہوئے اکثر
آبدیدہ ہو جاتا تھا کہ اتنے رنگین عشق کا اتنا دردناک انجام ...."
منیرے نے کہا۔

"واقعی اب تو اگر ابے کے سامنے عشق کا نام بھی لے لو تو اسے لرزہ
چڑھ جاتا ہے۔" شیدے نے اداسی سے کہا۔" ...... اور ہمیں ابے
کے عشق کے الم ناک انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور عشق
سے گریز کرنا چاہیے۔"

"ماشاءاللہ' کتنے خوبصورت خیالات ہیں تمہارے۔ تم خواہ مخواہ
شاعری کی طرف اپنا مغز مار رہے تھے' ایسے ہی اگر سوچتے رہے تو ہریلا

ے محفوظ ہوگے۔''

منیرے نے اس کے کندھے پر تھپکی دی۔''......ویسے ہم بات کس موضوع پر کر رہے تھے۔''

''وہ ابے کے فرار کے متعلق.........''

''ہاں تو پھر تم ہی کچھ بتاؤ کہ ابا کہاں جا سکتا ہے؟ جگہ کوئی ایسی بتانا جہاں وہ جا ہی نہ سکتا ہو۔''منیرے نے کہا۔

''میرے ذہن میں تو قبرستان کا ہی خیال آتا ہے۔''شیدا بولا۔''وہ صرف اسی جگہ جاتے ہوئے گھبراتا ہے۔

''لیکن وہاں کبھی تو جائے گا ہی؛ جگہ کوئی ایسی ہو جہاں وہ کبھی جا ہی نہ سکتا ہو۔''منیرے نے کہا''اب ایسی جگہ چھپا ہوگا جہاں ہم اس کے خیال کے مطابق ہم اسے ڈھونڈنے جائیں گے ہی نہیں۔

''تو پھر ایسی جگہ سوائے مسجد کے اور کوئی نہیں ہو سکتی جہاں وہ جا ہی

نہیں سکتا۔''

اب اچھلنے کی باری منیرے کی تھی۔''ہاں' یہ ہوئی نہ بات۔اسے کہتے ہیں، فیضان صحبت.........میرے ساتھ رہ رہ کر تم بھی عقلمندی کی باتیں کرنے لگے ہو۔واقعی ابا مسجد میں ہی چھپا ہوگا کیونکہ مسجد ایسی جگہ ہے جہاں ابے کو ڈھونڈنے فرشتہ اجل بھی نہیں جائے گا کہ وہاں وہ کیسے ہو سکتا ہے؟''

''منیرا جو کہ کھیت کی منڈیر پر بیٹھا ہوا تھا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔''آؤ چلیں' ابا وہیں مسجد میں ہی ہوگا۔''پھر وہ تیزی سے دوڑنے لگے تاکہ جلد از جلد گاؤں میں داخل ہو کر مسجد تک پہنچیں اور ساوے کو پکڑ کر اس کی زوجگان کے سامنے پیش کیا جائے۔اس جلدی میں وہ کھڑی فصلوں کو پھلانگتے اور روندتے جا رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

ساوا وہ سیاہ بخت تھا جس کے نکاح میں دو ازواج تھیں اور وہ اپنی اسی سیاہ بختی کی وجہ سے گاؤں بھر میں ذلیل و خوار تھا۔ اس ذلت و خواری کا باعث بلاشبہ وہ عالمی سطح کی جنگیں ہی تھیں جو اکثر ساوے اور اس کی زوجگان کے مابین لڑی جاتی تھیں۔

ان جنگوں میں ساوے کے ساتھ اس کی بیگمات اول و ثانی متحد ہو کر وہی سلوک کرتی تھیں جو عراق سے اتحادی افواج نے کیا اور ساوا بھی ان جنگوں کے اختتام پر مغرور ہو جایا کرتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ کھانے کے وقت وہ واپس آ جایا کرتا ہے اور بغیر کسی احساس ذلت و ندامت کے گھر والوں کے ساتھ شریک طعام ہو جایا کرتا تھا مگر آج

صبح ساوا اپنی زوجگان سے متفقہ طور پر لگائی جانے والی چھینٹی کے بعد ایسے غائب ہوا تھا کہ پھر پلٹ کر دیکھا تک نہیں تھا۔

پہلے تو ساوے کے اہل گھرانہ کو یقین تھا کہ وہ دوپہر کے کھانے تک لوٹ آئے گا اور لنچ گھر میں ہی تناول فرمائے گا باوجود اس کے کہ وہ اپنے الوداعی ڈائیلاگ میں اس بات کی وضاحت کر گیا تھا کہ اب میں تاحیات اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا اور تم سب مجھ سے اپنا رشتہ ختم سمجھو مگر جب وہ عصر تک بھی واپس نہ پلٹا تو زوجہ ثانی کو اندیشہ لاحق ہو گیا کہ......

سلسلے توڑ گیا وہ سبھی جاتے جاتے
ورنہ اتنے تو مراسم تھے کہ آتے جاتے

........اور اس نے اپنے اس اندیشے کو زوجہ اول کے سامنے بیان کیا

جس پر انہوں (زوجہ اول) نے پریشانی کا اظہار کیا اور پھر اس دو رکنی
کابینہ نے متفقہ طور پر ساوے کو بازیاب کرانے کا فیصلہ کیا اور پھر
ساوے کو کھوجنے کا مشن منیر المعروف ککڑ کے ذمے لگایا گیا۔ اس حکم
نامے کے تحت منیر اشیدے کو لے کر فوراً حرکت میں آ گیا اور فوراً سے
بھی پہلے ان تمام ممکنہ مقامات پر چھاپا مارا جہاں ساوے کے دستیاب
ہونے کے امکانات پائے جاتے تھے مگر تمام تر جستجو کے بعد بھی انہیں
''ابا نہ لبا'' آخری ممکنہ مقام بغیر فصل کے وہ زمین تھی جہاں ساوا بلکہ
ساوا کیا گاؤں کے تمام ہی لوگ اجتماعی طور پر رفع حاجت کرتے تھے
مگر انہیں ساوا وہاں بھی نہ ملا۔ اس ناکامی پر دونوں ایجنٹ حضرات
نے آپس میں بحث کی اور نتیجے کے طور پر انہیں ایک ایسا مقام سوجھ گیا
جہاں ساوے کے پائے جانے کے امکانات تھے اور وہ جگہ گاؤں کی
مسجد تھی جہاں ساوا ہوش سنبھالنے کے بعد سے کبھی اپنی مرضی کے

ساتھ نہیں گیا تھا مگر شیدے کے اندازے کے مطابق ساوے کے
چھپنے کے لئے یہ جگہ مناسب ترین تھی کہ یہاں ساوے کو ڈھونڈنے کا
خیال بھی کسی کو نہیں آ سکتا تھا اور ظاہر ہے ساوا ایسی ہی جگہ جاتا جہاں
اسے ڈھونڈنے کوئی آ ہی نہ سکتا۔

☆☆☆☆☆
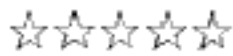
کہتے ہیں نشہ ایک بری لعنت ہے۔ اس قول کی سچائی پر ساوے کو آج
یقین آ گیا تھا۔ یقین آنے کی وجہ یہ تھی کہ رات کو ساوا معمول سے
زیادہ چرس پی گیا تھا جس کا نشہ صبح تک بھی نہ اترا تھا اسی لئے جب صبح
اسے زوجہ ثانی کی چھوٹی بہن جگانے کے لئے آئی تو ساوے نے
چرس کے خمار میں آدھی گھر والی کو پوری گھر والی یعنی زوجہ ثانی سمجھتے
ہوئے خود سے لپٹا لیا اور بوس و کنار میں مصروف ہو گیا۔ وہ تو جب

اپنی بہن کی چیخیں سن کر زوجہ ثانی کمرے میں آئیں تو اپنے مجازی خدا کی اس شرمناک حرکت پر غصے میں آ گئیں اور اپنی بہن کو ساوے کے چنگل سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگیں۔ ساوے نے خمار چرس سے آلودہ نگاہ زوجہ ثانی پر ڈالی تو ہنس کر اپنی سالی سے کہنے لگا۔

''ارے' نیک بخت! مجھ پر تمہارے پیار کا اتنا نشہ چڑھا ہوا ہے کہ مجھے تم ایک کی بجائے دو نظر آ رہی ہو۔ جلد ہی وہ وقت بھی آئے گا جب ہر طرف مجھے تم ہی نظر آؤ گی' تم ہی تم......!''

یہ کہہ کر ساوے صاحب نے سالی صاحبہ کو ایک بار پھر چومنے کی کوشش کی جو ناکام ہو گئی۔ ناکامی کی وجہ سر پر پڑنے والی زبردست چوٹ تھی جس کی شدت سے ساوے کا نشہ ہرن بلکہ بارہ سنگا ہو گیا اور اس نے اپنی بانہوں میں لپٹی سالی کو ایک چیخ مار کر چھوڑ دیا۔ سالی صاحبہ بھی ایک فائنل چیخ مار کر اٹھی اور اپنی بہن سے لپٹ کر رونے لگی۔ ادھر

ساوے نے ایک منوں وزنی گالی دے کر چوٹ مارنے والے کو پلٹ کر دیکھا تو گھگھیا کر رہ گیا۔ ضرب لگانے والی زوجہ اول تھیں جنہوں نے اپنے ہاتھوں میں چٹنی اٹھانے والا دستہ اٹھایا ہوا تھا جسے عرف عام میں ''گھوٹنا'' کہتے ہیں ساوے کے پلٹ کر دیکھتے ہی زوجہ اول نے ایک اور زوردار ضرب ساوے کے سر پر رسید کی جس سے ساوے کا دیسی ساختہ مغز' کاسہ سر میں اچھل کر رہ گیا۔ ساوے کے منہ سے ایک کراہ نکلی جس کے ساتھ ہی وہ لم لیٹ ہو گیا۔

''ایک کی دو نظر آتی ہیں' تمہیں اب ایک کی چار نظر آئیں گی۔ تم نے اپنے آپ کو سمجھ کیا رکھا ہے' نکھٹو! ہماری کمائی پر چرس پینے والے موالی تم ہماری ہی بہنوں کی عزت کی طرف اپنی بدنیت نظر کرتے ہو۔''

زوجہ اول جلالی انداز میں بولیں اور ساوے پر تابڑ توڑ وار کرنے شروع کر دیئے۔

اب اگر ساوا ''بولنے جوگا'' رہا ہوتا تو اس بات کی وضاحت ضرور کرتا کہ سالی صاحبہ کو ازدواجی حقوق ادا کرنے کے ارادے میں اس کی نیت کا فتور نہیں اس کی نظر کا فتور کارفرما تھا'۔ جس کی وجہ سے وہ سالی کو گھر والی سمجھ بیٹھا تھا مگر ساوے میں چونکہ اتنی ضربات شدید کھانے کے بعد تاب گفتار نہ رہی تھی اس لئے وہ اپنی صفائی پیش کرنے سے قاصر رہا اور تعزیز کے طور پر ''گھوٹنے'' کی مزید ضربات کھاتا رہا....

ساوے کے ہر عضو نے اس وقت کلمہ شکر ادا کیا جب ''گھوٹنا'' صاحب کے ٹوٹنے کی آواز سنائی دی جس پر زوجہ اول تو اتنا کمزور گھوٹنا بنانے والوں کو گالیوں سے نوازتے ہوئے کوئی مضبوط ہتھیار ڈھونڈنے چلی گئیں جبکہ زوجہ ثانی نے ساوے کو لعن طعن کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔

ساوا اپنی منکوحہ کے منہ سے اپنے لئے لعنت و ملامت سن کر اپنی چوٹوں کو سہلاتے ہوئے اٹھ بیٹھا اور کراہتے ہوئے بولا۔

''بھلی لوکے! اپنے مجازی خدا کو گالی پر گالی دیئے جا رہی ہو جبکہ اس کا قصور بھی نہیں پوچھتی' خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنا رہی ہو۔''

''قصور تو تب پوچھوں جب دیکھا نہ ہو۔'' زوجہ ثانی نے ایک لاثانی ٹھڈا اپنے شوہر نامدار کو رسید کیا پر شوہر صاحب ایک زوردار ''ہائے'' کے ساتھ ایک بار پھر فرش دراز ہو گئے۔ ''......اور میں بات کا بتنگڑ نہیں بتنگڑ کی بات بنا رہی ہوں۔ ورنہ تمہارے اس جرم کی پاداش میں تو میں اب تک تمہاری ہڈی پسلی ایک کر چکی ہوتی۔''

''کسر تو اب بھی نہیں چھوڑی تم نے' اوپر نیچے سے ''پلین'' کر دیا ہے تم دونوں نے مجھے' اری ظالمو! میں نے ایسا کیا جرم کیا ہے جس کی تم مجھے اتنی سزا دے رہی ہو۔''

ساوے نے شدت تکلیف سے اپنا ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا' ایک تو تم نے صبح سویرے اٹھا دیا اور اوپر سے ناشتے کی بجائے کٹ کھلا رہی

ہو۔اپنے مجازی خدا سے اتنا ظلم کرنے کے بعد بھی تم امید فردوس رکھو
گی؟ تمہیں تو اللہ تعالیٰ جہنم کے خصوصی سیل میں پھنکوائے گا جہاں
صرف ویسٹ انڈیز کے مجرم ہوں گے۔کالے سیاہ حبشی! بالکل
تمہاری کرتوتوں کی طرح........"

زوجہ ثانی پر ساوے کی بات کا اثر ہو ہی رہا تھا اور قریب تھا کہ وہ بالکل
فلمی سین کی طرح ایک چیخ مار کر" ہائے او میرے سرتاج" کہتے
ہوئے ساوے سے لپٹ جاتی اور فلمی ہیروئن کی ہی طرح کہتی کہ
ساویا! مجھے معاف کردے۔میں نے بڑا ظلم کیا ہے تجھ پر مگر زوجہ اول
کی دوبارہ انٹری نے ساوے کی ساری محنت اکارت کردی۔

زوجہ اول جو کہ اس ارادے سے کمرے سے باہر نکلی تھی کہ کوئی مضبوط
سا ہتھیار لے آئے واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں وہ ڈنڈا تھا جس
سے عورتیں کپڑوں کو کوٹ کوٹ کر ان میں سے میل اور داغ دھبے

صاف کرتی ہیں.......زوجہ اول نے کمرے میں داخل ہوتے ہی
ڈنڈے کی ایک زوردار ضرب ساوے کے گھٹنوں پر رسید کی جس پر
ساوا اونٹ سے بھی اونچی آواز سے بلبلا اٹھا جبکہ زوجہ اول نے
ساوے کو اس طرح بلبلاتے دیکھ کر ڈنڈے کو ایک بار پھر فضا میں بلند
کیا اور سلطان راہی مرحوم کی طرح کھڑک دار لہجے میں ڈائیلاگ
بولا۔

"تم اپنا قصور پوچھ رہے ہو۔ارے جو جرم تم نے کیا ہے اس کی سزا
اسلامی حکومت میں سو درے ہیں۔"

ساوے کے بل کھاتے جسم کو دیکھ کر زوجہ ثانی بھی دوبارہ طیش میں
آ گئیں اور بالکل مردانہ اسٹائل میں ساوے کی ٹھکائی کے لئے لاتیں
'مکے' ٹھڈے اور ٹھوکریں استعمال کرنے لگی.......ان دونوں
بلاؤں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ساوے کو علم تھا کہ جو کچھ

کرنا ہے اسی نے کرنا ہے کیونکہ ساوے کی تمام اولاد کا یہ معمول تھا کہ وہ طبل جنگ بجتے ہی گھر سے فرار ہو جاتی تھی مبادا کہ فریقین کے مابین ثالث کا کردار ادا کرنا نہ پڑ جائے۔ اس لئے ساوا اس بات کو سمجھتا تھا کہ اپنے بچاؤ کے لئے اسی کو کچھ کرنا ہے اور اقوام متحدہ سے سیز فائر کروانے کی توقع رکھنا بے سود ہے کیونکہ اقوام متحدہ یعنی اس کی اولاد اس کو بالکل اسی طرح دونوں بیویوں کے ہاتھوں میں پا کر فرار ہو گئی تھی جس طرح سلامتی کونسل نے عراق کو امریکہ اور انگلینڈ کے چنگل میں دیکھ کر اونٹ کی طرح گردن پھیر لی تھی۔

اپنے بچاؤ کے لئے جو سب سے پہلے ترکیب ساوے کے ذہن میں آئی' ساوے نے اسی پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ ایک آزمودہ اور تیر بہ ہدف ترکیب تھی جو ایسے ہی کئی مواقع پر ساوے کی جان بچانے کا سبب بن چکی تھی سو ساوے نے اب بھی اسی ترکیب کا استعمال کیا

اور ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر لیٹ گیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

اس دوران اسے جو ایک آدھ ضرب لگی' ساوے نے کمال ہمت سے کام لے کر برداشت کی اور کسی بھی ردعمل کا مظاہرہ نہ کیا سوائے دل ہی دل میں اپنی مکاری پر ہنسنے کے...... ساوے کی اداکاری میں کوئی شبہ نہ تھا کہ بے ہوشی کی اتنی جامع اداکاری تو شاہ رخ خان بھی نہیں کر سکتا تھا' جتنی ساوے نے کی اور اس اداکاری سے زوجگان ظالم کے دل میں لازمی تھا کہ جذبہ ترحم پیدا ہو جاتا اور وہ پانی وغیرہ پلا کر بے ہوش شوہر کو ہوش میں لانے کی ترکیب کرنے لگتیں مگر ساوے کی توقع پوری نہ ہوئی اور ڈنڈا کاری کے تسلسل میں وقفہ نہ آیا بلکہ مزید اضافہ ہو گیا۔

"بے ایمان' مکر کر رہا ہے' آج اس کے فریب میں نہیں آنا۔" زوجہ اول بولیں۔

’’ہر روز یہ اسی طرح مکاری سے ہماری آتش انتقام ٹھنڈی ہونے سے پہلے بچ نکلتا ہے۔‘‘ زوجہ ثانی نے ہانپتے ہوئے ایک اور ٹھڈا ساوے کی ناتواں کمر پر رسید کیا اور زوجہ اول کے ساتھ گویا ہوئیں۔ ’’اگر یہ بے ایمان ہے تو ہم بھی تو اس کی بیویاں ہیں۔اس کی رگ رگ سے واقف ہیں۔

’’ہاں ہاں آسانی سے اسکی جان نہیں چھوڑیں گی۔‘‘ زوجہ اول نے ڈنڈے کی ضرب ساوے کی تشریف پر رسید کر کے کہا۔ ’’آج تو اس کی ہڈیاں بھی بلبلائیں گی۔ جب تک یہ ایسا کام کرنے سے توبہ نہ کر لے، بالکل چھوڑنا نہیں۔‘‘

’’کمینہ ! اتنے بچے پیدا کر چکا ہے مگر ابھی تک اس کا جی نہیں بھرا۔‘‘

’’ہاں، گھر میں بچوں کی فوج بنا چکا ہے مگر پھر بھی باہر منہ مارنے سے نہیں رہتا......اور آج تیری بہن پر بری نیت کر لی۔ ارے، کم بخت!

ہم مر گئیں ہیں کیا؟ جو تو غیر عورتوں کے ساتھ منہ ماری کرتا ہے۔‘‘

زوجہ ثانی نے ہوا میں بلند ہو کر کہنی کے بل ساوے پر گر کر اس کی ایک آدھ پسلی بچی رہنے دی۔

’’ساوا! جو کہ اپنی آزمودہ ترکیب بھی رائیگاں جاتے دیکھ کر افسردہ ہو گیا تھا۔

اب تنگ آمد، بجنگ آمد کے مصداق جنگ پر آمادہ ہو گیا کیونکہ اس کے پاس جارحانہ مدافعت کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تھا، تابڑ توڑ برستی گالیوں اور پڑتے ڈنڈوں، جوتوں کے بیچ میں سے وہ ایک بڑھک کے ساتھ یوں اٹھ کر کھڑا ہو گیا جیسے سلطان راہی فلموں میں برستی گولیوں کے سامنے سینہ پھیلا کر کھڑے ہو جاتے تھے ساوے کو یوں جلال کے ساتھ کھڑے ہوتے دیکھ کر زوجگان کے دل دہل گئے مگر جب انہوں نے پہچان لیا کہ یہ ان کا شوہر ساوا ہی ہے اور اس کے جسم میں سلطان

راہی یا شان کی روح نے حلول نہیں کیا تو دوبارہ اسی غصے کے ساتھ حملہ آور ہوئیں، جس غصے سے وہ پہلے ساوے کو زدوکوب کر رہی تھیں۔ مگر اب کی بار ساوا بھی اپنے دفاع کو تیار تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے زوجہ اول کے ڈنڈے اور دوسرے ہاتھ سے زوجہ ثانی کی گت (چٹیا) پکڑ لی اور قوت بازوءِ مسلم سے کام لے کر دونوں کو گھمانے لگا۔ ابھی اس نے دونوں کو ایک ہی چکر دیا تھا کہ زوجہ اول کے ہاتھوں سے ڈنڈا اور ساوے کے بائیں ہاتھ سے زوجہ ثانی کی چٹیا چھوٹ گئی۔ اس شدید جھٹکے سے فریقین اپنے ہی زور میں پیچھے کی طرف گر پڑے۔ گرتے وقت تینوں کے حلق سے کورس کے انداز میں ''ہائے'' کی آواز نکلی اور پھر تینوں دنیا مافیا سے بے خبر ہو گئے۔ گرتے وقت ساوے کا سر دیوار میں لگے ہوئے لوہے کے اس حصے سے ٹکرایا تھا جس پر ساوا سونے سے پہلے اپنی قمیض لٹکایا کرتا تھا اور یہی سریا

ساوے کے بے ہوش ہونے کا باعث بنا جبکہ زوجہ اول اپنے ہی زور میں جب پیچھے گریں تو غلطی سے ان کی کمر کے نیچے وہ بیڈ آ گیا جو ساوے کے استراحت فرمانے کے کام آتا تھا۔ زوجہ اول کے فربہ جسم کا وزن جب پلنگ کی پٹی پر پڑا تو دونوں اس تصادم کو برداشت نہ کرتے ہوئے جواب دے گئیں، ایک پلنگ کی پٹی اور دوسری زوجہ اول کی کمر........ پلنگ کی پٹی تو ناکام عاشق کے دل کی طرح ٹوٹے ٹوٹے ہو گئی البتہ زوجہ اول کی کمر ٹوٹے ٹوٹے ہونے سے بچ گئی۔ (جبھی تو ساوا آج تک پلنگ کی اتنی کمزور پٹی بنانے والے کو گالیاں دیتا رہتا ہے) اور معاملہ صرف چک پڑنے تک محدود رہا۔ تیسرا فریق یعنی زوجہ ثانی جس کی چٹیا ساوے کے ہاتھ میں آ گئی تھی، چٹیا کے یکدم چھوٹنے پر توپ سے نکلنے والے گولے کی طرح اس پیڈسٹل فین سے جا ٹکرائی جو اس کے جہیز میں اس کے ساتھ ہی اس گھر میں آیا تھا

اور جس کے پاس ماضی کی شاندار روایات کے سوا کچھ بھی نہ رہا تھا۔
جب زوجہ ثانی کا سر پنکھے سے ٹکرایا تو چوٹ لگنے پر زوجہ ثانی ہائے' جبکہ
پنکھا صاحب کھڑ کھڑاہٹ کی آوازیں نکالتے ہوئے ایک دوسرے پر
ڈھیر ہو گئے کہ امتیاز محمود وایاز نہ رہا......

چند لمحوں کے لئے کمرے میں شمشان گھاٹ کا سا سکوت چھایا رہا۔
پھر ساوا کراہتے ہوئے اپنے سر پر نرمی سے ہاتھ پھیرتا ہوا اٹھا۔ وہ
اس بات پر حیران تھا کہ اس کا مار کھانے کا عادی سر آخر کس چیز کی
چوٹ پر اتنا درد محسوس کر رہا ہے کیونکہ یہ خود ساوے کا دعویٰ ہے کہ اس
کی بیویوں نے اس کے سر پر ڈنڈے' جوتے' چمچے غرض کہ ہر قسم کے
زنانہ آلات ضرب استعمال کر کر کے اس کے سر کو اتنا سخت بنا دیا ہے
کہ اب تیر تلوار کیا چیز ہیں' بندوق کی گولی بھی اس کے سر میں سوراخ
نہیں کر سکتی۔ اس حیرانی سے ساوے نے جب کھڑے ہو کر دیوار کا

جائزہ لیا تو اسے دیوار پر ایک ہی ایسی نمایاں چیز نظر آئی جو چوٹ لگنے
کا باعث بن سکتی تھی۔ یہ چیز آٹھ دس انچ لمبے سریئے کا دیوار میں
نصب وہ ٹکڑا تھا جس پر ساوا اپنا فاضل سوٹ استری کے بعد لٹکاتا تھا
اور اب نادانستگی میں وہ کپڑوں کے ساتھ ساتھ خود بھی اس دیسی
ساخت کے ہینگر سے لٹکنے کی غلطی کر چکا تھا۔ اس نے جب اس
سریئے کا بغور جائزہ لیا تو اسے ضرب کی شدت کا دوگنا احساس ہوا اور
وہ سر پر ہاتھ ملتے ہوئے ایک زوردار کراہ کے ساتھ ایک بار پھر ڈھیر
ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک ہلکی سی کراہ کے ساتھ زوجہ ثانی اٹھیں اور
اس پنکھے کو گالیوں سے نوازنے لگیں۔ گالیاں دینے کی وجہ اس کی
طرف سے پیش آنے والی چوٹ نہیں تھی بلکہ اس کا یوں اچانک ہی
داغ مفارقت دے جانا تھا اور اب زوجہ ثانی اس کی اس کم ہمتی پر

اسے گالیوں سے نواز رہی تھی۔ وہ تو بھلے وقتوں کی بات تھی جب وہ یہ
پنکھا اپنے ساتھ ہی گھر میں لائی تھیں ورنہ ساوے کو تو اتنی بھی توفیق
نہیں ہوتی تھی کہ وہ دستی پنکھے ہی لے آتا تاکہ لوڈ شیڈنگ کے تکلیف
دہ اور صبر آزما دورانئے میں ہی استعمال کر لئے جاتے مگر وہ ساوا ہی کیا
جو کسی کے بھلے کی سوچے حتیٰ کہ اپنے بھلے کی بھی...... بیوی بچوں کے
واویلے کے جواب میں وہ ایک ہی بات کہہ دیا کرتا تھا کہ صبر کرنا
سیکھو' اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور وہ گرمیوں کا پورا موسم
'جسے لوڈ شیڈنگ کا موسم بھی کہتے ہیں' صبر کرتے ہوئے ہی گزار دیا
کرتے تھے اور اب اسی لئے زوجہ اس کے اس طرح داغِ مفارقت
دے جانے پر مغموم اور فکر مند تھیں۔ زوجہ ثانی ابھی اسی سوچ میں
غلطاں تھی کہ زوجہ اول بھی ہوش کی وادی میں داخل ہو گئیں اور اپنی کمر
پہ ہاتھ رکھ کر دوہرے ہو کر کہا۔

"کون سا روگ لگ گیا ہے تمہیں' کہیں شوہر نامدار صاحب تو نہیں
وفات پا گئے؟"
"تمہارے منہ میں گھی شکر' اگر ایسا ہوا ہوتا تو میں پورے محلے میں لڈو
بانٹ چکی ہوتی مگر افسوس ایسا نہیں ہے۔ ساوے کی بجائے میرے
جہیز کا پنکھا فوت ہو گیا ہے۔" زوجہ ثانی کے لہجے میں یاسیت تھی۔
"ہائیں...... کیا کہا تم نے' کیا ہوا اسے؟ میرے ہوش جانے تک تو
چنگا بھلا تھا۔"
"کیا بتاؤں تمہیں جب تمہارے ہوش گئے تو اس بے چارے کی
زندگی بھی چلی گئی۔"
"ہائے اللہ! اب کیا ہوگا۔ اب تو یہ گھر بھی جہنم کا نمونہ بن جائے گا۔"
زوجہ اول بھی افسردہ ہو گئیں۔
"یہ سب ساوے کا قصور ہے۔ نہ وہ میری "گت" پکڑ کر دھکا دیتا اور

نہ میں اس ادھ موئے پنکھے پر گر کر اسے پورا موا کر دیتی۔“

”..........یعنی اس جرم کا سہرا ابھی ساوے کے سر ہی رہا۔ تو پھر کیا خیال ہے اسے سبق نہ سکھا دیا جائے۔“ زوجہ اول نے آستین چڑھا کر کہا۔

”ظاہر ہے ورنہ تو یہ سدھرے گا نہیں۔ لاتوں کا بھوت ہے باتوں سے نہیں ماننے والا۔“

......اور پھر دونوں نے ایک بار پھر ساوے پر حملہ کر دیا۔ ساوا جو کہ ابھی ابھی بے ہوشی سے نکل کر ہوش کی وادی میں آیا تھا اس اچانک پڑنے والی افتاد پر بلبلا اٹھا اور چیختا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

”حرامزادیوں ! کیا سمجھ رکھا ہے تم نے مجھے..... تختہ مشق ؟ میں تمہارا مجازی خدا ہوں اور تم مجھے ایسے مار رہی ہو جیسے تازہ تازہ روئی بھرے تکیے کو مارتے ہیں۔“

شدت کرب سے ساوے کی آواز پھٹ گئی ”میں گدھا ہوں کیا؟ جو تم مجھے مار مار کر بندے کا پتر بنانا چاہتی ہو۔“

ساوے کے دردناک مکالموں کا اس کی منکوحات پر کیا اثر ہونا تھا کہ وہ ایسی اداکاری کی عادی ہو چکی تھیں اور اس سے متاثر ہونا ان کے پاگل پن کی دلیل ہوتا سو زوجہ اول نے پہلے سے بھی زیادہ جلال میں آ کر ڈنڈے کا ایک اور وار کیا۔ ڈنڈے کی یہ ضرب اگر ساوے کے سر پر لگتی تو اسے مخبوط الحواس کرنے کے لئے کافی ہوتی لیکن ساوا پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور زوجہ اول اپنے ہی زور میں ڈنڈا گھماتے ہوئے ایک نیم دائرے کی صورت میں گھوم کر زمین پر گر پڑی۔

”اوکی چھی ! تم باز کیوں نہیں آتی اور کیوں اپنے شوہر کو فوت کرنے پر تلی ہوئی ہو“ ساوا جو کہ اب اداکاری کرنے کی بجائے حقیقی تاثرات کا اظہار کر رہا تھا‘ نے کہا۔

''ایک لمحہ بھی تم مجھے سکون سے نہیں رہنے دیتی۔ اپنے ہی گھر میں میں چین کو ترس گیا ہوں۔ کیا گھر ایسا ہوتا ہے۔ نہیں' گھر ایسا نہیں ہوتا بلکہ گھر تو اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بندہ سکون سے اپنی زندگی کے شب و روز گزارتا ہے۔ گھر تو وہ ہوتا ہے جہاں انسان اپنے بیوی بچوں کے ساتھ سکھ کی زندگی بسر کرتا ہے اور تم........ تم چڑیلوں نے میرے اور اس گھر کے لئے سکون' آرام' قرار' اور چین جیسے الفاظ کو حرام کر رکھا ہے۔ اگر تم دونوں مجھ سے اتنی ہی تنگ ہو تو تم دونوں کو سکھی کرنے کے لئے میں دکھی شخص ہی کہیں چلا جاتا ہوں۔'' ساوے نے رندھی آواز میں تقریر کی اور سامعین یعنی زوجگان کو مبہوت چھوڑ کر یہ جا' وہ جا۔

دوپہر تک تو ساوے کی دونوں بیویوں کو پرواہ نہ ہوئی کہ گھر سے ایسے غائب ہونا اگر ساوے کی عادت تھی تو دوپہر کے کھانے تک واپس لوٹ آنا' اس کی مجبوری تھی۔ گھر کے علاوہ گاؤں میں اسے کھانا ملنا کسی معجزے کی رونمائی کے برابر ہی تھا۔ اس کی وجہ گاؤں والوں کی بد اخلاقی نہ تھی بلکہ گاؤں والے تو کتے بلیوں کو بھی پیٹ بھر کر کھلاتے تھے' ساوے کو کہیں سے کھانا نہ ملنے کی وجہ اس کی اپنی ہی کم ظرفی تھی۔ دوپہر کے کھانے کے وقت تک دونوں زوجگان بے فکر رہیں کہ ابھی ''موا'' آجائے گا اور جس منہ سے بڑے بڑے جذباتی مکالمے بول کر گیا ہے' اسی منہ سے کھانا مانگنا شروع کر دے گا۔ اسی لئے وہ دونوں کسی رنج کے بغیر اپنے معمولات میں جتی رہیں مگر جب ساوا دوپہر کے کھانے تک بھی نہ پہنچا تو پھر انہیں فکر لاحق ہوئی........ فکر احساس تریاں سے ساوے کی منکوحات رونے لگیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنے شوہر کو گنوا دیا۔

زوجہ اول نے روتے روتے کہا۔

"ہائے، میرے سرداسائیں! کہاں چلا گیا ہوگا؟"

زوجہ ثانی نے بھی تال سے تال ملائی یہ دیکھے بغیر کے ان کی اولاد اس فکروالم پر انگشت بدنداں ہے "ہائے، میرے سرتاج! تم تو کہہ رہے تھے کہ ہم دونوں کو سکھی کرنے چلے ہو اور یہ کیسا روگ، سکھ کے بدلے لگا گئے ہو؟"

"اماں ! کہیں ایسا تو نہیں کہ ابا تم دونوں کو واقعی سکھی کرنے چلا گیا ہو۔" برخوددار نمبر چار نے لقمہ دیا۔

"تمہارا کہنے کا مطلب ہے کہ شاید وہ کمانے کے لئے چلا گیا ہو۔ نہیں 'وہ مر جائے گا مگر اپنی ہڈحرامی پر حرف نہیں آنے دے گا" زوجہ ثانی بولی۔

"نہیں اماں تم دونوں کو سکھی کرنے سے میری مراد یہ تھی کہ ابا کہیں وہاں نہ چلا گیا ہو جہاں جانے والا کبھی واپس نہیں آتا۔" برخوددار نمبر

چار جو کھانا کھا چکا تھا، نے ہاتھوں میں جوتیاں اٹھائیں اور فقرہ مکمل کرتے ہی ٹاپ گیر میں وہاں سے فرار ہو گیا۔

"وہاں جائیں تمہارے ماں باپ! میرا مطلب ہے تم خود........

زوجہ ثانی کی زبان لڑکھڑا گئی جبکہ زوجہ اول اداس الو کی طرح منہ لٹکائے خاموش اور چپ چاپ بیٹھی رہی کافی دیر کی اشک فشانی اور غم انگیزی بھی جب رنگ نہ لائی اور ان کے خداوند مجازی پلٹ کر گھر نہ آئے تو زوجہ اول نے منیرے کو جھڑکنا شروع کر دیا۔

"حرامی مسٹنڈے ! کیا دیکھ رہا ہے یہاں بیٹھ کر اپنی ماؤں کی آہ وزاری........؟ شرم نہیں آتی تمہیں کہ تمہاری مائیں رو رہی ہیں اور تم چپ چاپ بیٹھے ہو۔"

"....اور کیا ہم تمہارے آنسو گننا شروع کر دیں ؟ اگر ایسا ہے تو ہمیں پہلے ہی علم ہے کہ تم آٹھ آٹھ آنسو بہا چکی ہو۔" منیرا تپ گیا۔

"مسخریاں کرتا ہے گدھے کی دم! اپنی ماؤں کے ساتھ......"

زوجہ اول نے غصے میں آکر منیرے پر اپنی پاپوش مبارک کی مضبوطی آزمانا شروع کردی۔ "اٹھ حرامی! اور جا اپنے باپ کو تلاش کر......"

"اماں، حرامی بھی کہہ رہی ہو اور باپ کو ڈھونڈنے کا بھی کہہ رہی ہو۔ تم خود ہی بتادو کہ میرا باپ کون ہے؟......"

منیرے کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اس پر جوتوں کی بارش شروع ہوگئی۔ بارش برسانے والی اس کی ماں تھی۔

"پھر مسخری، سیدھی طرح کہہ رہی ہوں کہ جا اپنے باپ کو تلاش کر۔ جانے کہاں چلا گیا ہے کہ وہ صبح سے اب تک لوٹا ہی نہیں۔

جوتوں کی برسات سے منیرے کو یہ بات سمجھ آ گئی تھی کہ اب مزید کوئی بات نہیں سنی جائے گی اسی لئے اس نے سرہلا کر "اچھا" اماں! جو تیرا حکم کہنے پر ہی اکتفا کیا اور لبوں پر مچلنے والی ناگفتنی کو ان کہی ہی رہنے

دیا کہ دوسری صورت میں ہڈیاں ٹوٹنے کا خطرہ درپیش تھا اور جب زوجہ ثانی نے دیکھا کہ منیرا اپنے باپ کو تلاش کرنے جارہا ہے تو اس نے اپنے بیٹے شیدے یعنی برخوردار نمبر دو سے منیرے کی معاونت کو کہا کہ کہیں ساوے کو واپس لانے کا سارا کریڈٹ زوجہ اول اور اکی اولاد ہی نہ لے جائے (یہ بات پہلے بھی واضح کی جاچکی ہے کہ ساوے نے دونوں بیویوں کو اولاد عطا کرنے میں بھی اپنی منصفانہ طبیعت کا مظاہرہ کیا ہے (طاق نمبروں والی اولاد زوجہ نمبر ایک سے اور جفت نمبروں والی اولاد زوجہ ثانی میں سے ہے) شیدا بھی منیرے کے ساتھ ساوے کی تلاش کا ٹاسک لے کر نکل پڑا۔ دونوں کو اپنی ماؤں کی آخری ہدایت یہی تھی کہ اگر ابے کے ساتھ واپس نہ آئے تو گھر میں گھسنے کی ضرورت نہیں، باہر ہی مرکھپ جانا کہیں اور یہی وجہ تھی کہ وہ پوری جانفشانی اور مغز ماری کے ساتھ ابے کو تلاش کررہے تھے

مگر باوجود تلاش وبسیار کے بھی انہیں ''ابا نہ لبا'' اب ان کے خیال میں مسجد ہی ایسی جگہ تھی جہاں ابے کے پائے جانے کے امکانات تھے۔

☆☆☆☆☆

ادھر ساوا جب خفگی کے عالم میں گھر سے نکلا تو گھر سے تھوڑی ہی دور اس کی شیدے پہلوان سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ پہلوان نے ساوے کو دیکھتے ہی کہا۔

''کیا بات ہے' ساوے آج بڑے غصے میں نظر آ رہے ہو۔ کہیں پھر بیویوں سے مار تو نہیں کھا کر آ رہے۔ تبھی تو ہم کہتے ہیں کہ شادی خانہ بربادی ہوتی ہے۔ اللہ اس سے تمام مومن بھائیوں کو محفوظ رکھے۔''

''نہیں' پہلوان جی! ایسی کوئی بات نہیں......'' ساوے نے مسکین

سے لہجے میں کہا'' بلکہ آج میں مار آیا ہوں۔''

''کیا مار آئے ہو؟'' پہلوان جی مونچھوں کو تاؤ دے کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا

''لات مار آیا ہوں۔''

''کسے؟ دروازے کو........ پہلوان نے ایک اور قہقہہ لگایا۔

''نہیں جی! دونوں بیویوں کو اب مجھے نہیں رہنا ان دونوں کے ساتھ.......''

''ہاں جی' یہ رہنا بھی رہنا تو نہیں ہے نا' بلکہ سہنا ہے۔'' پہلوان مسکرایا۔

''وہ جی کیا کہتے ہیں کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہوتی ہے'' ساوے نے سینہ پھیلایا۔ ''سو میں بھی اب شیر کی زندگی گزاروں گا۔ سینہ تان کر چلا کروں گا۔ اکڑ کر رہا کروں گا' شان

سے بیٹھا کروں گا' جلال سے بولا کروں گا۔

"او پاگل کے بچے ! تو صرف چوہدری جلال سے ہی بولا کرے گا؟ ہم یاروں کو بھول جائے گا' جنہوں نے تمہاری ہر مشکل وقت میں مدد کی۔"

"میں دوسرے جلال کی بات کر رہا تھا۔" ساوے نے وضاحت کرنا چاہی۔

"دوسرا جلال.......؟ یہ دوسرا جلال کون ہے۔ ہمارے گاؤں میں تو میرے خیال کے مطابق صرف ایک ہی جلال ہے تو پھر تم کس دوسرے کی بات کر رہے تھے۔" موٹی عقل کے مالک' پہلوان جی حیرانی کی انتہا تک پہنچ گئے۔

"میں اس جلال کی بات کر رہا تھا جس کا مطلب ہوتا ہے دبدبہ اور رعب۔ یعنی اب میں رعب اور دبدبے سے بات کیا کروں گا۔"

"کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔" پہلوان نے ساوے کے منہ کی طرف اشارہ کر کے ایک اور قہقہہ لگایا۔ "ککڑی سی چھاتی اور چوسے ہوئے آم کی سی شکل ہے اور بات کرتا ہے رعب اور دبدبے کی.....!"

"پہلوان جی ! رعب انسان کے جسم میں نہیں' اس کے کردار اور گفتار میں ہوتا ہے۔"

".....اور تمہارا کوئی کردار ہے بھی ؟ پاؤں کی جوتیوں سے مار کھاتے ہو اور بات کرتے ہو کردار کی' یہ بھی کوئی کردار ہے بھلا؟"

"جب میں نے ان کے ساتھ رہنا ہی نہیں تو پھر مار کھانے کا کیا سوال؟ میں ان سے اتنی دور چلا جاؤں گا کہ ان کی ہوا بھی مجھے نہ لگے۔" ساوا تھوڑا سا ملول ہو گیا اور پھر الوداعی جملے کہہ کر اپنی راہ پر چل پڑا۔

دوپہر تک آوارہ گردی کرتے کرتے جب وہ تھک گیا تو دتے کھوتیوں

والے کے ٹیوب ویل پر چلا گیا' جہاں اس نے جانوروں کے کھانے
کے لئے "چٹھے" اور انسانوں کے کھانے کے لئے سبزیاں اور
خربوزے' تربوز وغیرہ لگائے ہوئے تھے اور یہی خربوزے اور
تربوز ساوے کے وہاں جانے کا باعث بنے تھے۔ ظاہر ہے جب اس
نے گھر جانا نہیں تھا تو کھانا کہاں سے کھاتا...... گاؤں کا کوئی شخص تو
اسے کھانا پیش کرنا دور کی بات ہے' کھانے کی پیش کش بھی نہ کرتا۔
ایسے عالم میں وہ دتے کھوتیوں والے کے ٹیوب ویل پر نہ جاتا تو
کہاں جاتا کہ وہاں سے اسے ایک آدھ تربوز ملنے کی امید تو تھی۔ اس
کی امید اس وقت بر آئی جب ٹیوب ویل پر جاتے ہی دتے نے
اسے ایک تربوز کی پیش کش کردی جو ساوے نے قبول کرلی۔ ایک
تربوز کا تیاپانچہ کرنے کے بعد اس نے لگے ہاتھوں دتے سے ایک اور
کی فرمائش کردی جو اس نے ماتھے پر شکنیں ڈالتے ہوئے پوری کردی

لیکن جب ساوے نے تیسرے کی بھی فرمائش کی تو دتا چپ نہ رہ
سکا۔
"لگتا ہے' گھر سے بھوکے ہی آئے ہو ورنہ کھلا برتن دیکھ کر کتے کو بھی
شرم آجاتی ہے۔"
دتے کی اس دل جلانے والی بات پر ساوے نے جب آزردہ ہو کر
اپنی رام کہانی سنائی تو دتے کا بھی دل پسیج گیا اور اس نے ساوے کو
اجازت دے دی کہ اس کا جتنا دل چاہے اتنے تربوز کھالے۔ اس کھلی
چھوٹ پر ساوے نے بھی پھر کوئی کسر نہ رکھی اور پیٹ بھر کر بلکہ گلے
تک بھر کر تربوز کھائے۔ تربوز کھانے کے بعد چونکہ ساوے کے قیلولہ
کرنے کا وقت ہو گیا تھا اس لئے وہ سو گیا۔ سوتے ہوئے خواب میں
اس نے دیکھا کہ اس کی زوجگان بندوقیں لئے اسے ڈھونڈ رہی
ہیں تاکہ اس کے نظر آتے ہی اسے فاختہ اور مرغابی کی طرح پھڑکا دیا

جائے۔ پھر اس نے دیکھا کہ اس کی تمام اولاد اس کی تلاش کی مہم لے کر نکل کھڑی ہوئی ہے اور اب جلد یا بدیر دتے کے ٹیوب ویل پر پہنچنے ہی والی ہے اور پھر اس کی گرفتاری لازمی ہے۔ جس طرح ہر گرفتاری کے بعد سزا لازمی ہوتی ہے اسی طرح پھر اسکی بھی چھترول ایک لازمی امر ہے۔۔۔۔۔ ایک اور خواب میں اس نے دیکھا کہ اس کو چھت سے اس کی متروکہ شلوار کا ازار بند نکال کر لٹکا دیا گیا ہے اور بالکل اسی طرح اسے تختہ مشق بنایا جا رہا ہے جیسے تھانے میں مجرم کو پولیس والے بناتے ہیں۔ یہ خواب اس کے لاشعور میں موجود اندیشہ جات کی وجہ سے اسے نظر آ رہے تھے۔ وہ اندیشہ جات جو اسے اپنی بیویوں سے لاحق تھے۔ شعوری طور پر چاہے وہ جتنی بھی دلیری اور بے خوفی کا مظاہرہ کرتا' ان اندیشوں پر قابو نہیں پا سکتا تھا جو شروع ہی سے بیویوں کی بے جا ستم آرائیوں کے باعث اس کے لاشعور پر ثبت ہو

چکے تھے اور بیویوں کا یہ خوف وہ اپنے ذہن سے جاگتے ہوئے تو نکال سکتا تھا مگر سوتے میں جب شعور کی بجائے لاشعور بیدار ہوتا ہے اس وقت یہ خوف پھر جاگزیں ہو جاتا ہے کہ اس کی بیویاں اس کا حشر نشر کر دیں گی اور اسی باعث بڑی بڑی ڈینگیں مارنے والا ساوا سوتے ہوئے خواب میں بیویوں سے ڈر رہا تھا۔

تقریباً عصر کے وقت اس کی آنکھ کھلی تو وہ ابھی تک ڈراونے خوابوں کی وجہ سے دہشت زدگی کے عالم میں تھا۔ اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں اور اپنے بدن پر ہاتھ پھیر کر جائزہ لینے لگا کہ یہ عجیب سا احساس کیسا ہے۔ جلد ہی اس پر یہ شرمناک انکشاف ہو چکا تھا کہ اس کے نچلے دھڑ کا پہناوا غائب ہے اور اس کی عدم موجودگی کے باعث اس کا نچلا دھڑ دعوت نظارہ دے رہا ہے۔۔۔۔۔ ساوے نے ایک بار پھر اپنے جسم اور گرد و پیش کا جائزہ لیا مبادا کہ دھوتی (جو وہ صبح پہن کا آیا

تھا) خود بخود ڈھل کر ادھر ادھر نہ ہوگئی ہو مگر دھوتی ندارو تھی۔ اسے بخوبی
یاد تھا کہ وہ صبح وقت فرار گھر سے نکلتے ہوئے دھوتی پہنے ہوئے تھا مگر
اب سو کر اٹھنے کے بعد اس کے جسم پر صرف کرتا تھا جبکہ باقی جسم
دھوتی کی غیر موجودگی کے باعث اتنا ظاہر ہو رہا تھا کہ ساوے جیسے
پیدائشی بے شرم شخص کو بھی شرم محسوس ہونے لگی اور وہ اپنے آپ سے
نگاہیں چرا کے بیٹھے بیٹھے ادھر ادھر نظر دوڑانے لگا تاکہ اگر دھوتی تیز
ہوا کے کسی شدید جھونکے سے ادھر ادھر ہوگئی ہو تو نظر آ جائے مگر وہاں
دھوتی ہوتی تو ملتی۔ مایوس ہو کر وہ سر جھکا کر بیٹھ گیا۔

ساوے کو اتنی برہنگی نہ محسوس ہوتی جو اگر کرتے کی لمبائی پوری ہوتی
کیونکہ وہ اتنا "باپردہ" رہنے کا ویسے ہی عادی تھا اور اکثر صرف کرتا
پہن کر ہی گاؤں کی سیر کر آیا کرتا تھا مگر جو کرتا ساوے نے اب پہنا
ہوا تھا' وہ درحقیقت برخوردار نمبر ٹو کا تھا جسے ساوا اپنے اکلوتے کرتے

کی وفات حسرت آیات کے بعد گزارے کے طور پر پہن آیا تھا اور جو
کرتا اوپری جسم کو بھی پابند شرح رکھنے میں ناکام رہے اس سے مکمل
ستر پوشی کیسے ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ساوا دھوتی کی ناگہانی جدائی کا
صدمہ برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ اگر میرے حرامی
بیٹوں میں سے کوئی مجھے ڈھونڈتے ہوئے یہاں آ جائے تو اپنے ابا
حضور کو اس حالت میں دیکھ کر ترس کھانے کی بجائے لعنت ارسال
کرے گا کہ ابا صاحب ایک دن کیا گھر سے باہر رہے' بدن سے
کپڑے تک اتر گئے۔ نہیں' مجھے دھوتی کی تلاش کرنی ہوگی ساوا اٹھ کر
اپنی دھوتی ڈھونڈنے لگا۔ وہ اپنی دھوتی کی تلاش میں کبھی ادھر جاتا اور
کبھی ادھر...... اچانک اس کی نظر فارم سے باہر پڑی۔ فارم کے
بیرونی درختوں کے قریب' جو کہ فارم کے لئے چاردیواری کا کام
دیتے تھے' منیرا اور شیدا چلتے ہوئے آ رہے تھے اور ان کا رخ فارم ہی

کی طرف تھا۔

وہ فوراً ''پودوں میں دبک گیا لیکن کافی دیر تک کوئی بھی ردعمل ظاہر نہ ہوا تو ساوا یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ ہو نہ ہو یہ میرا فریب نظر ہی ہوگا ورنہ میری اولاد کو میرے یہاں موجود ہونے کے بارے میں کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟ ضرور یہ میرے واہمے ہیں جو حقیقت نما بن کر میری نظروں کے سامنے آ گئے ہیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ اس کے ساتھ اس وقت پیش آیا تھا جب وہ اپنی بھوری بھینس کی گمشدگی پر ساری رات اس کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا تھا اور دوسری صبح وہ جو بھی بھینس دیکھتا' وہ اسے بھوری ہی نظر آتی مگر قریب جا کر دیکھنے سے پتہ چلتا کہ یہ تو توے کی طرح کالی بھینس ہے۔ کالی بھینس کا بھوری نظر آنے والا واقعہ اس کے ساتھ اتنی دفعہ پیش آیا تھا کہ جب اسے اپنی بھوری بھینس نظر آئی تو وہ اس کو بھی فریب نظر سمجھ بیٹھا تھا...... اسی طرح کا

ایک اور واقعہ تھا کہ جب ایک دن وہ کاکے کے دریا میں غسل فرماتے وقت کنارے پر پڑے اس کے تمام کپڑے اٹھا لایا تھا اور کاکے نے طیش میں آ کر یہ اعلان کیا تھا کہ ساوا اگر اسے کہیں مل گیا تو اس کے کپڑے اتار کر اس کے ساتھ وہ سلوک کرے گا جو پولیس والے نوعمر مجرم کے ساتھ بھی نہیں کرتے اور انہی دنوں اپنے گھر میں جانوروں والی کوٹھڑی میں دبکے' ساوے کو ہر وقت اور ہر طرف کاکے کے جوش انتقام سے مغلوب' شعلہ فشاں شکل نظر آتی رہتی تھی۔ حتیٰ کہ وہ ایک دن اپنی بھینس کے اکلوتے ''کٹے'' کو بھی کاکا سمجھ بیٹھا تھا اور انتہائی خوف کے عالم میں کٹے موصوف کے روبرو گھٹنے ٹیکے' اس سے معافی کی درخواست مانگنے لگا تھا۔ جو اگر کاکا ہوتا تو سنی ان سنی کر دیتا مگر کٹا چونکہ اس کا نمک خوار اور نمک حلال تھا اس لئے اس نے ساوے پر رحم فرماتے ہوئے ایک ٹکر رسید کرنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔ یہ اور بات ہے

کہ ٹکر کھانے سے ساوے کی یادداشت فلمی ہیرو کی یادداشت کی طرح
واپس آئی تو اس نے اپنے روبرو کٹے کو پا کر غصے میں آتے ہوئے
انتقام کے طور پر اسے دو ٹکریں جواباً جبکہ متعدد لاتیں سزا کے طور پر
رسید کر دیں تھیں۔........ فریب نظر و نقص بصارت کے انہی
واقعات کا شاخسانہ تھا کہ اس وقت نظر آنے والے منیرے اور شیدے
کو بھی اپنا نقص بصارت سمجھ بیٹھا اور فصل سے اپنا سر تھوڑا سا باہر نکال
کر دیکھا۔ منیرے اور شیدے کو اپنی طرف ہی متوجہ پا کر اس پر یہ
روح فرسا انکشاف ہوا کہ ان دونوں کی وہاں موجودگی اس کے فریب
نظر کا نتیجہ نہ تھی بلکہ وہ واقعی وہاں موجود تھے اور متوجہ بھی اس کی طرف
تھے۔ جس وقت ساوے نے سر اٹھایا وہ فصل کے باہر کھڑے تھے۔
ساوے کے سر اٹھاتے ہی شیدا چیخا۔
"منیرے! وہ دیکھ' ابا.....!"

"کدھر ہے۔" منیرا اچھلا اور فوراً ادھر ادھر دیکھا مگر ساوا چونکہ اتنی دیر
میں جہاں تھا' وہیں زمین کے ساتھ چپک کر لیٹ گیا تھا اس لئے وہ
اسے نظر کہاں آتا۔
"وہ ابھی ادھر تھا۔ جیسے مینڈک سر اٹھا کر کھڑے ہوتے ہیں ایسے ہی
وہ بھی سر اٹھا کر ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔"
"تمہارا فریب نظر ہوگا۔ انسان جس چیز کی بہت زیادہ آرزو
کرے؟' اس کا ذہن اس چیز کے خیالی پیکر بنا کر اس کی نظروں کے
سامنے پیش کرتا ہے۔" منیرے نے اسے جھٹلا دیا تو ساوا جو کہ اس
شرمناک حالت میں گرفتاری کے خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا' دل ہی
دل میں خوشی سے ناچ اٹھا اور منیرے کی غائبانہ بلائیں لینے لگا کہ اس
کے خیالات اپنے والد ماجد کے خیالات سے کتنے ملتے جلتے ہیں۔
"مگر ابا تو مجھے بالکل صاف اور واضح نظر آیا تھا' خیالوں میں تو ایسا

نہیں ہوتا۔شیدے نے حیرانگی سے کہا۔
’’کسی بینگن میں ابے کا عکس تمہیں نظر آ گیا ہوگا مگر خیر یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ابے کی بینگن سے مشابہت ہی اتنی ہے کہ خود مجھے اب تک چار پانچ ابے نظر آ چکے ہیں۔‘‘منیرے نے ایک اور تاویل پیش کی۔’’میرا خیال ہے کہ ابا ادھر آیا ہی نہیں ورنہ اب تک نظر آ گیا ہوتا‘سو میرا خیال ہے کہ اب کہیں اور ڈھونڈیں جہاں ہمیں ابے کے موجود ہونے کی امید ہو۔‘‘
’’تو پھر چلو‘یہاں کیا رکھا ہے؟‘‘
ساوا جو کہ گرفتاری کے ڈر سے ایک ہی جگہ اور ایک ہی پوز میں جام ہو گیا تھا‘ان کے جانے والی بات سن کر نہال ہو گیا اور دل ہی دل میں لاحول کا ورد کرنے لگا تا کہ شیطان کی اولاد! جلدی جلدی دفع ہو جائے ابھی وہ ان کے فارم سے نکلنے پر خدا کا شکر ادا کر ہی رہا تھا کہ ایک کیڑے نے اسے اچھلنے پر مجبور کر دیا۔کیڑا اس کے خفیہ علاقے تک پہنچ گیا تھا۔اتنے حساس علاقے تک کیڑے مکوڑوں کی رسائی عام حالات میں تو ممکن نہیں ہوتی لیکن اب چونکہ ساوے کے تمام خفیہ مقامات روز روشن کی طرح عیاں تھے اس لئے وہ کیڑا اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے بلا روک ٹوک وہاں پہنچ گیا تھا اور اب اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف تھا۔کیڑے کا استغراق‘ساوے کے چار فٹ اچھلنے پر بھی نہ ٹوٹا تو ساوے نے اسے ماں‘بہن کی گالیاں دیتے ہوئے ہاتھ سے اتارنا چاہا۔بار بار ہاتھ سے جھٹکنے پر بھی کیڑا ایسے ساوے کے جسم سے پیوستہ رہا جیسے’’امید بہار‘‘میں ہو اس کیڑے کو ساوے کے سن رسیدہ جسم سے بہار کہاں ملنی تھی البتہ مار ضرور ملی۔ساوے نے پے در پے ناکامی پر غصے میں آ کر بندر کی طرح ایک زوردار ہاتھ مار دیا‘جس کی شدت سے کیڑا غریب

تو موقع پر ہی جان بحق ہوگیا مگر اس کے ساتھ ہی ساوے کے جسم کو
بھی ایک شدید جھٹکا لگا اور وہ وہیں دوہرا ہوگیا۔

کافی دیر کی آہ و بکا اور مقتول کیڑے کو گالیاں بکنے کے بعد اس کی
تکلیف کی شدت میں کمی واقع ہوئی تو وہ اپنی تقدیر کو کوستے ہوئے اٹھا
اور ایک بار پھر دھوتی کی تلاش کے منقطع سلسلے کو جوڑنے لگا۔ دھوتی
ڈھونڈتے ہوئے وہ ساتھ ساتھ دتے کے شجرہ نسب میں پلید اور مکروہ
جانوروں کو شامل کرنے کا کام بھی سرانجام دے رہا تھا۔

اسے دتے پر غصہ بھی تھا جو صرف گالیوں سے اتر نہ سکتا تھا بلکہ اس کے
لئے دتے کا ساوے کے سامنے ہونا بھی ضروری تھا۔ پھر ساوا اسے
واضح طور پر بتا دیتا بلکہ پھر وہ خود ہی سمجھ جاتا کہ ساوے کی دھوتی کھول
کر اسے ننگا کر جانے کی کیا سزا ہے۔

غصے عالم میں ادھر ادھر پھرتے ہوئے اس پر جھنجھلاہٹ طاری ہوگئی

تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اس جھنجھلاہٹ میں دتے کا غصہ اس کی
سبزیوں وغیرہ پر اتارنے کے لئے فصلوں کو برباد کرنا شروع کر دیتا
اسے دور سے دتا اپنے لاڈلے ''چیتے'' کے ساتھ فارم کی طرف آتے
ہوئے نظر آ گیا۔ دتے کی اپنے اس کتے کے ساتھ محبت مثالی تھی بلکہ
پدری تھی اور وہ اس کی اتنی خدمت کرتا تھا کہ واقع یہ گمان ہوتا تھا کہ
چیتا اس کا اپنا ہی ''ثمر محنت'' ہے چیتا اپنے نام کے برعکس عام سی
جسامت کا کتا تھا، جس کا کاٹنے سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ دتے
کے نزدیک اس کے پالنے میں ایک ہی مقصد تھا اور وہ تھا رکھوالی
.... اور کتا رکھوالی کا مقصد واجبی طور پر اس طرح ہی پورا کرتا تھا کہ
کسی بھی اجنبی فرد کی فارم میں جائز و ناجائز طریقے سے آمد پر بھونک
کر دتے کو مطلع کر دیتا تھا کہ باادب باملاحظہ ہوشیار! ایک اجنبی اور
نامانوس شخصیت فارم میں داخل ہوا چاہتی ہے اور اس ایک آواز پر دتا

اگر باادب باملاحظہ ہوجاتا تو ٹھیک ورنہ چیتا صاحب اپنی جگہ پر دبک کر ہی بیٹھا رہتا اور دوبارہ آواز ہی نہ نکالتا۔ اس کی اس عادت کی وجہ سے دتا اکثر کہتا تھا کہ میرا چیتا انا پرست ہے کہ اگر میں بھی اس کی ایک آواز پر گوش برآواز نہ ہوجاؤں تو پھر یہ دوبارہ منہ تک نہ کھولتا۔ بالکل ایسی ہی عادت میری ہے کہ ہر بات ایک دفعہ کہتا ہوں۔ کوئی سن لے تو سن لے وگرنہ بات دہراتا نہیں........ میں نے تو قاضی کو بھی بوقت نکاح ایک ہی دفعہ ''قبول ہے'' کہا تھا' اس کے بعد وہ دوسری دفعہ چیختا چلاتا رہا مگر میرے منہ سے دوسری بار ''قبول ہے'' نہ سن سکا اور پھر خود ہی اس نے کاغذی کارروائی میں اپنی طرف سے تین بار کا قبول پر کر دیا اسی لئے تو میں اب قاضی کو کہتا ہوں کہ میری بیوی مہینے میں بیس دن اس کی بیوی ہے چاہے تو لے جائے کیونکہ میں نے ایک دفعہ قبول ہے کہا تھا جبکہ اس نے دو دفعہ کہا تھا۔ اس لحاظ سے وہ

دوتہائی کا نکاح میں حصہ دار بنتا ہے۔

ساوے نے جب دتے کو چیتے کی ہمراہی میں فارم کی طرف آتے دیکھا تو وہ فوراً پیپل کے ایک گھنے درخت پر چڑھ کر چھپ گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد دتا مست خرامی سے چلتا ہوا فارم میں داخل ہوا فارم میں آنے کے بعد اس نے بالکل چوروں کی طرح ادھر ادھر دیکھا مگر کافی دیر کی نظر بازی کے بعد جب اسے اپنا ''مطلوب'' نظر نہ آیا تو وہ مطمئن ہو کر چلنے لگا۔ رخ اس کا اسی درخت کی طرف تھا جس پر ساوا گھات لگائے بیٹھا تھا۔ ساوا جو کہ دتے کو دیکھتے ہی جوش میں آئی ہوئی چائے کی طرح ابل گیا تھا' اب انتہائی تحمل کے ساتھ اس کے استقبال کے لئے تیار ہو کر بیٹھا ہوا تھا اور اسی انتظار میں تھا کہ کب دتا اس درخت کے نیچے آتا ہے...... اور پھر جیسے ہی دتا ساوے کے مقبوط پیپل کے درخت کے نیچے آیا' اس نے اپنے ہاتھوں کا نشانہ

دتے کی کمر پر باندھ کر چھلانگ لگا دی۔ یہ تو عدم مشق کا نتیجہ تھا کہ اس کا نشانہ خطا گیا اور بدحواسی میں اس کے ہاتھ دتے کی کمر کی بجائے ایک سائیڈ پر لگے اور دتا ایک طرف گر گیا جبکہ ساوا سیدھا چیتے پر جا گرا۔ اب ساوے کے جسم اور جسم سے زیادہ گناہوں کے وزن کو برداشت کرنا' چیتے جیسے پستہ قامت کتے کے بس کی بات کہاں تھی سو اس نے ہوش و حواس سے عاری ہونے میں ہی عافیت سمجھی اور مالک کی حفاظت سے دست و بردار ہو گیا...... ادھر ساوے کے گر کر اٹھتے ہی اچانک پڑنے والی افتاد سے گھبرا جانے والا دتا بھی ذہنی طور پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''کوئی بندے دے پتروں والا کام بھی ہے تمہارا یا ساری عمر الو کے پٹھے ہی رہو گے؟''

''میں تو بندے کا پتر ہی ہوں البتہ تم نے کوئی انسانوں والا کام نہیں

کیا۔ یہ میری شرافت ہے کہ اب تک تمہارے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں'' ساوے نے دانت کچکچائے۔

''میں نے کونسا ایسا کام کر دیا ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ ملا رہے ہو۔''

''ابھی بتاتا ہوں تمہیں کہ تم نے کیا کیا ہے۔'' ساوے نے یہ کہہ کر دتے پر حملہ کر دیا۔

''ارے ارے' انسانوں کی زبان میں بتاؤ' نا! میں درندوں کی زبان نہیں سمجھتا ہوں۔''

''سمجھ جاؤ گے' پہلے تمہیں کوئی سمجھانے والا نہیں ملا تھا۔'' یہ کہہ کر ساوے نے نیچے جھک کر ایک پتھر اٹھا لیا اور اسے ہاتھ میں پکڑ کر دتے کے سر کا نشانہ رکھ کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔'' ابھی جب کل کے اخبار میں یہ خبر آئے گی کہ ایک ادھیڑ عمر شخص کی ایک مرد کے ساتھ دست درازی...... درندہ نما جنسی جنونی کا یہ شکار' پوسٹ مارٹم کے

لئے سول ہسپتال پہنچا دیا گیا' تو پھر لوگوں کو درندوں کی زبان صحیح سمجھ آئے گی۔"

دتا اب بری طرح پھنس کر رہ گیا تھا کہ ساوا ہاتھ میں تقریباً آدھا کلو وزنی پتھر اٹھائے فلمی ولن کی طرح قدم بہ قدم اس کی طرف بڑھ رہا تھا مگر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ آگے کنواں اور پیچھے کھائی والی بات تھی کہ اگر بھاگتا تو ٹارگٹ پرفکس پتھر اس کے سر پر لگ کر اسے ہسپتال پہنچانے کے لئے کافی تھا اور اگر وہیں کھڑا رہتا تو پھر ساوا خود اس تک پہنچ کر اس کی خبر لے لیتا۔ اتنے کم وقت میں تو کوئی ترکیب بھی سوچی نہیں جا سکتی تھی۔ دتے نے بھی آخری سانس تک جدوجہد کرنے کی ٹھان لی اور پھر ساوا جونہی اس کے قریب آیا' اس نے ایک جھپٹا اس کے پتھر والے ہاتھ پر مارا اور پتھر اس سے چھین کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ساوے نے جو ہاتھ میں آئے ہوئے شکار کو یوں ہاتھ سے نکلتے دیکھا

تو اس کے پیچھے رہ گیا دتا اگر صراط مستقیم اختیار کرتا تو پھر اس کا ساوے کے پنجوں میں دبوچا جانا ایک لازمی امر تھا اس نے جھکائیاں دینی شروع کر دیں اور ساوا جو کہ ایک مشہور جانور کی طرح ناک کی سیدھ میں دوڑنے میں ہی ماہر تھا۔ دتے کی جھکائیاں سمجھ نہ سکا اور دتے سے بہت پیچھے رہ گیا بلکہ دتا اگر مشرق کی طرف بھاگ رہا تھا تو ساوا مغرب کی طرف دوڑ رہا تھا........ جب ساوے نے دیکھا کہ دتا اب بہت دور نکل گیا ہے تو اس نے چیخ نما آواز میں دتے سے درخواست کی۔

"اوئے ظالما! اتنا تو بتا جا کہ میری دھوتی کہاں چھپائی ہے؟ کیوں مجھے جگ میں تماشا بنانے پر تلے ہوئے ہو۔"

"میری.........میں ہے۔ نکال لو اگر ہمت ہے تو........" دتے نے ایک نازیبا لفظ کہا۔

ساوے کا دھیان اچانک چیتے کی طرف گیا۔ دو ہی ٹھڈوں کے بعد چیتا اپنی کمزور آواز میں ساوے کو کوستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور نظروں ہی نظروں میں ساوے سے اس عتاب کا باعث دریافت کرنے لگا۔

ساوے نے جواباً مزید غصے کا اظہار کرتے ہوئے ایک اور ٹھڈا اسے رسید کیا اور کہا۔

''کتے کے بچے! ایسے کیا دیکھ رہا ہے۔ کیا میرے منہ پر کوئی انٹرنیشنل لیول کی کوئی خبر آئی ہوئی ہے؟'' کتے نے گالی کا بہت برا منایا اور اپنی امن پسند فطرت کو بالائے طاق رکھ کر ساوے پر حملہ آور ہو گیا مگر ساوے نے ہوا میں اڑتے ہوئے کتے کو ایک کک لگائی۔

''تمہارا باپ تو مجھے بتا کر نہیں گیا کہ اس نے میری دھوتی کہاں چھپائی ہے؟ مگر تم ضرور بتا دو گے' تمہارا احرامی مالک تو ویسے بھی تمہیں میرے رحم و کرم پر چھوڑ کے فرار ہو گیا ہے۔ ساوے نے جارحانہ

عزائم سے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''کتا جو اپنے مالک کے لئے اس لقب پر حیران ہو گیا تھا' ساوے کے خطرناک تیوروں کو بھانپ کر الٹے پیروں بھاگ اٹھا اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کرتا' ساوے نے ہاتھ میں پکڑی چھڑی جو اس نے نہ جانے کہاں سے اٹھائی تھی' کی مضبوطی چیتے کے جسم پر آزمانی شروع کر دی۔ چیتے کے شور وواویلے کے دوران ہی ساوے کو کسی کی پکار سنائی دی۔ اس نے چیتے پر تشدد کا سلسلہ موقوف کیا اور پکارنے والے کی آواز پر کان دھر لئے۔ یہ دتا تھا جس سے چیتے کی حالت زار دیکھی نہیں گئی تھی اور وہ تمام اندیشہ جات بالائے طاق رکھ کر ساوے کے قریب آ گیا تھا۔

''بس کر' ساویا! اس غریب بے زبان جانور پر اتنا ظلم نہ کر۔ تو بے شک مجھے جتنا چاہے مارلے اس بے چارے کو کچھ نہ کہو۔ آخر دیکھو''

نا! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ قصور تو میرا ہو مگر سزا اس غریب کو ملے۔"

ساوے نے اس کی درخواست رد کرتے ہوئے چھڑی کی ایک اور ضرب چیتے کو لگائی اور کہا۔"اس کا ایک ہی حل ہے کہ مجھے میری دھوتی کے متعلق بتادو کہ کہاں چھپا کر رکھی ہے؟" ساوے نے اپنا مطالبہ پیش کر دیا۔

"تم ایک دھوتی کا کہتے ہو' میں تمہیں دو دے دوں گا۔ تم ایک بار اس غریب کو اٹھنے تو دو۔"

"کیوں کیا میری دھوتی کا آنا چیتے کی رہائی سے مشروط ہے۔" ساوا حیرانگی سے بولا۔

"ہاں' دھوتی اسی نے چھپائی تھی اور اسی کو علم ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

ساوے نے چھڑی کی ایک ہلکی سی ضرب چیتے کے رخ انور پر لگائی۔ جس پر اس نے اپنے مالک کی طرف دیکھ کر صدائے احتجاج بلند کی۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ دیکھا'

میرے مالک! یہ بجو کی شکل والا وعدہ خلافی کر رہا ہے اور سمجھوتہ ہو جانے کے بعد بھی اپنی تخریبی کاروائیوں سے باز نہیں آیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس کی جان بخشی کرتا ہوں اور تم اسے فوراً سے بھی پہلے بھیجو کہ میری دھوتی جہاں کہیں بھی اس نے چھپائی ہے' وہاں سے اٹھا کر لے آئے۔"

ساوے نے چیتے کو اپنے مالک کی طرف جانے کا اشارہ کیا تو چیتا دم ہلانے کے تمام سابقہ ریکارڈ توڑتے ہوئے دتے کی طرف بھاگا اور تشکرانہ جذبے اس کے پیروں میں لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

"اچھا' اب یہ مستیاں ختم کرو اور جا کر ساوے کی دھوتی اٹھا لا' جہاں کہیں بھی رکھی ہے۔" دتے نے کہا مگر چیتے میں شاید تشکر کا دریا

موجزن تھا جسے خشک کرنے کے لئے اس نے لوٹنے کا عمل موقوف نہ
کیا۔ تھوڑی دیر تک دتا اس کی خرمستیوں کو قربان ہو جانے والی نظروں
سے دیکھتا رہا مگر پھر ساوے کی شعلہ بار نگاہوں کی طرف دیکھ کر اس
نے گھبرا کر پاؤں کی ہلکی سی ٹھوکر چیتے کو لگائی تو اس کو مزاج شناس چیتا
اپنی مستیاں برطرف کر کے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے
لگا۔ اس نے دو تین عجیب وغریب قسم کے اشارے کئے (جن میں
سے ایک تو فحاشی کے زمرے میں آتا تھا) چیتا یہ اشارے سمجھ کر ایک
طرف کو چل پڑا جبکہ دتے نے ساوے کو مطلع فرمایا۔

''اب یہ تمہاری دھوتی اٹھانے جا رہا ہے' جو میں نے ایک شاپر میں
ڈال کر اس کے حوالے کی تھی۔ جلد ہی یہ اسے اٹھا کر یہاں لے آئے
گا۔''

''میں بھی تو دیکھوں اس نے کہاں چھپائی تھی؟'' ساوا یہ کہہ کر چیتے
کے تعاقب میں چل پڑا تو دتا بھی اس کے ساتھ ہو گیا' مبادا کہ ساوا
چیتے کو اکیلے دیکھ کر پھر اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کر جائے۔ چیتا
ایک ہی رفتار سے چلتا ہوا سیدھا اپنے گھر میں گھس گیا جو دتے نے
پندرہ بیس اینٹوں کی مدد سے اس کے سر چھپانے کے لئے بڑی محنت
سے تعمیر کیا تھا۔ ساوا اپنی دھوتی کی تلاش میں اس کے اندر جھانک چکا
تھا مگر ناکام رہا تھا جبکہ چیتا اب دھوتی اٹھانے کے لئے اسی مکان
میں گھس گیا تھا۔ ''یہاں تو دھوتی نہیں ہے' میں دیکھ چکا ہوں۔'' ساوا
بول پڑا۔

''تم نے اس کے دودھ کے برتن کو سیدھا کر کے تو نہیں دیکھا ہوگا''۔

''نہیں''

''اچھا کیا تھا' تمہاری دھوتی اسی کے نیچے تھی۔ اگر تم اسے سیدھا
کر کے دیکھ لیتے تو تمہیں وہ مل جاتی۔'' دتا مسکرایا۔

تھوڑی ہی دیر بعد چیتا ایک شاپر اپنے منہ میں دبائے باہر نکل آیا۔

ساوے کو شفاف پولی تھین میں اپنی دھوتی صاف نظر آ گئی تھی۔ دھوتی دیکھتے ہی اس نے ایک مسرت بھری چیخ ماری اور چیتے کی طرف دوڑ پڑا تا کہ اس سے دھوتی لے سکے........ ادھر چیتے نے جب اس ظالم کو اپنی طرف دوڑ کر آتے دیکھا تو گھبرا گیا اور مار کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو جانے کے خوف سے دم دبائے بغیر بھاگ اٹھا۔ ساوا جو دور ہی سے چیتے کو پلٹ کر بھاگتے دیکھ کر حیران رہ گیا تھا دتے سے پوچھنے لگا۔

''یہ کہاں جا رہا ہے؟''

''تمہاری دھوتی دریا برد کرنے.........''

''نہیں'' ساوے نے ایک فلک شگاف چیخ ماری اور انتہائی رفتار سے چیتے کے پیچھے ہو لیا جو اس وقت گاؤں کی حدود میں داخل ہو رہا تھا۔

چیتے کے تعاقب کے جوش میں وہ اپنی برہنگی بھی فراموش کر چکا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک ہی بات تھی کہ کسی نہ کسی طرح چیتے کو روکنا ہے جبکہ چیتا گاؤں کی ٹیڑھی گلیوں میں داخل ہونے والا تھا۔ جس کے بعد اس کا پتہ ملنا دشوار ہوتا۔

☆☆☆☆☆

شیدا اور منیرا جب دوڑتے ہوئے گاؤں کی گلیوں میں داخل ہو گئے تو شیدے کی رفتار دھیرے دھیرے کم ہونے لگی اور منیرے اور اس کے درمیان فاصلہ بھی بتدریج بڑھنے لگا۔ اتنی دوڑ شیدے کے کاہل جسم کے لئے دو ماہ کی قید با مشقت سے بھی زیادہ تھی سو ایک جگہ وہ گر پڑا اور ہانپتے ہوئے لہجے میں منیرے سے کہنے لگا۔

''ویسے سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر ہم اس طرح دوڑتے ہوئے گئے

تو کیا ہمیں ایک کی بجائے دو یا تین ابے مل جائیں گے اور سست رفتاری کے ساتھ جانے پر ایک ہی ملے گا۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر تو ہم دوڑتے ہوئے ہی اچھے لگتے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر کیوں نہ ہم آرام سے جائیں۔"

"اگر ایسا ہے بھی تو بھی ہمیں سکون سے ہی جانا چاہیے' مبادا کہ ایک کی جگہ دو ابے بھگتنے پڑ جائیں۔" منیرے نے شیدے کے ساتھ بیٹھنے کے بعد کہا۔

"مگر' بڑے بھیا! جس طرح تم ٹانگیں پسار کر بیٹھ گئے ہو اتنی سست رفتاری سے تو شاید ہمارا اپنا ابا بھی ہمارے ہاتھ نہ آئے۔ یونس کے طور پر سپیر ابا ماننا تو ایک علیحدہ بات ہے۔" شیدے نے منیرے کی ران پر ایسے ہاتھ مارا۔

"ہاں' بات تو تمہاری ٹھیک ہی ہے۔ ابا اتنی دیر مسجد میں رہنے والا بھی

نہیں' ایسا نہ ہو کہ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی گھبرا کر مسجد سے نکل جائے۔" منیرے نے بھی اس کو ایک ہاتھ رسید کیا اور چلنے کو تیار ہو گیا۔

"تم دیکھ لینا کہ میرا اندازہ ٹھیک ہو گا۔" شیدا بولا۔

"......لیکن اگر نہ ہوا تو؟"

"تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں' اس میں میرا کیا قصور؟" شیدے نے کندھے اچکائے۔

چلتے چلتے وہ مسجد کی طرف جانے والی گلی میں داخل ہو چکے تھے کہ سامنے سے مسجد کے پیش امام صاحب آتے نظر آئے۔

"مولوی صاحب! روحانی طور پر جس طرح پرسکون نظر آ رہے تھے اس سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ابا مسجد میں نہیں ہے ورنہ مولوی صاحب کے چہرے پر تفکرات کی پرچھائیاں ضرور ہوتیں۔" منیرے نے دور

ہی سے اندازہ لگایا۔
''ظاہر ہے' آدمی ایسی معجزاتی تبدیلی پر حیران تو ہوتا ہے۔'' شیدے نے لقمہ دیا۔
''نہیں' مولوی صاحب کے تفکر سے میرا مطلب ابے کے اس معجزاتی تبدیلی سے نہیں تھا بلکہ میرا مطلب تھا کہ مولوی صاحب مسجد کی قیمتی اشیاء کے بارے میں تفکر کا شکار ہوتے کہ کہیں ہمارا ابا یہ قیمتی اشیاء نہ لے اڑے۔''
''ہاں' مثلاً گھڑیاں' پنکھے وغیرہ........''
''کیا بات کر رہے ہو؟ ابا تو لوٹے بھی نہ چھوڑے بلکہ وہ بھی اٹھا کر گھر لے آئے۔'' منیرے نے اپنے ابے کا نفسیاتی تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔
اسی دوران مولوی صاحب ان کے قریب آ گئے تھے۔ انہوں نے پہلے

تو دونوں کو ٹٹولنے والی نگاہوں سے گھورا' پھر لہجے میں حیرانگی پیدا کرتے ہوئے بولے۔
''خیریت ہے' آج ساوے کے بیٹے مسجد میں جانے والی گلی میں کیسے........؟''
''وہ جی ایسے ہی ہمیں خیال آ گیا تھا کہ........'' منیرے نے کہنا شروع کیا۔
مولوی صاحب اچھل پڑے۔ ''تمہیں خیال آ گیا تھا' یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں مسجد میں جانے کا خیال آ جائے گا؟''
''وہ' جی! اصل میں ہمارا ابا صبح سے غائب ہے اور ہم اسے ڈھونڈ رہے ہیں........''
''شکر نہیں کرتے کہ خود ہی غائب ہو گیا ہے' الٹا اسے ڈھونڈ رہے ہو۔'' مولوی صاحب نے پھر بات کاٹ دی۔

''وہ جی کیا کریں۔ جو بھی ہے' ہے تو ہمارا پیو ہی' نا! اگر ہم بھی اس سے ہمدردی نہ کریں تو پھر کون کرے گا۔'' شیدے نے کہا۔

''اچھا تو تم اس باپ کے لئے حق پسری ادا کرنا چاہ رہے ہو جس نے آج تک تمہیں حق پدری سے محروم رکھا۔ اس کا مطلب ہے تم مثبت سوچ رکھتے ہو اور غلط تمہارا اباپ ہی ہے۔'' مولوی صاحب سوچ میں پڑ گئے'' پہلے میرا خیال تھا کہ ببول کے نیچے بھی ببول ہی اگے گا لیکن اب تمہاری اس بات سے میرا خیال بدل گیا ہے' خیر چھوڑو اس بات کو 'یہ بتاؤ کدھر جا رہے ہو۔''

''اصل میں ہم صبح سے ابے کو ڈھونڈ رہے ہیں مگر وہ نہیں مل رہا۔ اب ہم نے سوچا کہ مسجد میں بھی دیکھ لیں' کہیں یہاں ہی نہ چھپ کر بیٹھا ہوا ہو۔''

مولوی صاحب ایک بار پھر اچھل پڑے۔'' نعوذ باللہ! کیا کلمات کفر بک رہے ہو۔ ارے باپ تمہارا ہو کر اور مسجد میں گھس آیا ہو یعنی ساوا اور مسجد میں....... قرب قیامت کی نشانی ہے یہ' لڑکو! معجزے اس دور میں نہیں ہوتے اور چونکہ ساوے کا مسجد میں جانا بھی معجزے کی حدود میں آتا ہے اسی لئے یہ ایک ناممکن امر ہے۔''

''مولوی صاحب! آپ مسجد سے آ رہے ہیں' تو کیا آپ نے ابے کو وہاں نہیں دیکھا؟ خدا کو حاضر ناظر جان کر بتائیں۔'' شیدا جو کہ اپنے اندازے کو غلط ثابت ہوتا دیکھ کر شرمندہ ہو رہا تھا' پوچھ بیٹھا۔

''لاحول ولا.......... پھر وہی لغویات' میاں! ایسی واہیات سے پرہیز رکھا کرو۔ مولوی صاحب جانے کے لئے آگے بڑھے مگر شیدے نے انہیں ایک بار پھر روک لیا۔

''مولوی صاحب! کیا واقعی ابا وہاں نہیں تھا؟'' جواباً مولوی صاحب نے اس کی پیشانی کی جانب دیکھ کر اسے یوں گھورا جیسے کہہ رہے

ہوں تمہارے ماتھے پر ہی بدھو لکھا ہوا ہے اور لاحول ولا کی بجائے پورا
کلمہ استغفار پڑھتے ہوئے آگے نکل گئے۔" باوجود مولوی صاحب
کے دل شکنی کے میرا یقین ابھی تک متزلزل نہیں ہوا۔
مجھے یقین ہے کہ ابا مسجد میں ہی ہے' اس کی کسی اور جگہ جانے کا تو
سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" شیدا ابھی تک نا امید نہیں ہوا تھا۔
منیرے نے کہا۔" اگر تمہیں ابھی تک یقین ہے تو پھر بغیر سرچ وارنٹ
مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں' کچھ نہیں تو تمہیں تو قرار آ جائے گا۔"
دونوں تیز تیز قدموں سے مسجد کی طرف چل پڑے، مسجد میں پہنچ کر
شیدا کھوجی کتے کی طرح ناک زمین سے لگا کر ابے کی بو لینے کی
کوشش کرنے لگا مگر ناکامی پر اس نے منہ بنا کر کہا۔
"میرا خیال ہے' ابا ادھر نہیں آیا۔ اس کی ہلکی سی بو بھی نہیں آ رہی۔"
"ہو سکتا ہے' ابا نہا کر اندر داخل ہوا ہو۔ ایسی صورت میں بو کہاں سے

آئے گی۔"
"آج عید تو ہے نہیں اور عید کے بغیر تو ابے کے نہانے کا سوال ہی پیدا
نہیں ہوتا۔ لگتا ہے' تم ابے کی ایک ہی دن کی جدائی سے ابے کی
عادات و خصائل کو فراموش کر چکے ہو۔" شیدے نے اپنا کدو جیسا سر
افسوس سے ہلایا۔
"پھر بھی ہمیں مسجد کے ہال میں دیکھ لینا چاہئے۔ کیا پتا ابا وہیں دبکا
بیٹھا ہو۔"
"چلو تم ہی دیکھ آؤ میرا جانا ضروری ہے کیا۔" شیدا ابھی آخر سادے
کی اولاد تھا۔ مسجد میں آ تو گیا تھا مگر جوتیاں رکھنے والی جگہ سے آگے
جانے کو اس کا جی نہیں چاہ رہا تھا۔
"آئیڈیا تمہارا تھا' تم ہی جا کر دیکھو۔ اگر چلو تو پھر ہو سکتا ہے میں بھی
تمہارے ساتھ چل پڑوں وہ کیا کہتے ہیں کہ ایک اکیلا اور دو گیارہ۔"

منیر ابولا۔

"گیارہ آدمی تو کسی مغرور اشتہاری کو ہی پکڑنے جا سکتے ہیں' ابے کے لیے ایک ہی کافی ہے اس لیے صرف تم ہی جاؤ۔" شیدا گھبرا گیا۔

"ابا بھی تو اس وقت مغرور اور اشتہاری ہی تو ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سہمے ہوئے ہرن کی طرح مجھ پر حملہ ہی کر دے۔ اسی لئے تمہیں ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

منیرے نے شیدے کو بازو سے پکڑا اور اس طرح کھینچتے ہوئے ہال کے اندر لے گیا جیسے قصائی بکرے کو مقتل کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ شیدے کی حالت بھی ایسے ہی تھی جیسے مقتل کی طرف جا رہا ہو۔

ہال میں پہنچ کر شیدے نے اپنی متلاشی نگاہیں چاروں طرف دوڑائیں مگر سوائے دو چار نمازیوں کے کسی کو موجود نہ پا کر واپس مڑا۔

ہال سے باہر آ کر وہ ادھر چلے گئے جہاں نمازی وضو کرتے تھے۔ وہاں

بھی ساوانہ تھا پھر وہ غسل خانوں کی طرف پہنچ گئے جہاں ایک کے سوا سب غسل خانے خالی تھے۔ اس غسل خانے میں کوئی شخص نہانے میں مصروف تھا۔

"میرا وجدان کہتا ہے کہ اس غسل خانے میں کوئی نہیں' ہمارا ابا ہی ہے۔" شیدا چہک کر بولا۔

"......مگر اس میں تو جو کوئی بھی ہے نہا رہا ہے جبکہ ہمارے ابے سے اس کام کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔" منیرے نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی بات ہو گئی ہو جس سے ابے پر نہانا واجب ہو گیا ہو۔"

"پھر بھی ابا اتنی جلدی نہیں کر سکتا۔" منیرے نے کہا اور مسجد کے بیرونی دروازے کی طرف چل پڑا۔

"یہاں بھی ابا نہ لبا.....اب سوچنے کی بات ہے کہ وہ کہاں ملے گا؟"

اس سے پہلے کہ منیرا کوئی جواب دیتا دور سے ہی شور وغل کی آوازیں آنے لگیں اور ان کے دیکھتے ہی دیکھتے دور گلی کی نکڑ سے دتے کھوتیوں والے کا کتا المعروف چیتا' ٹاپ گیئر میں دوڑتا ہوا نمودار ہوا۔ اس کے منہ میں لالچی کتے کی طرح کوئی چیز دبی ہوئی تھی۔ منیرے نے غور سے دیکھا تو یہ ایک پلاسٹک بیگ تھا جس میں کوئی کپڑا ایک تھا۔

منیرے نے آگے بڑھ کر اسے روک لیا۔ اس وقت تک شور وغل کی آوازیں بہت قریب آ گئی تھیں۔ ادھر جب منیرے نے چیتے کو روکنا چاہا تو وہ اس پر حملہ آور ہو گیا مگر منہ کی کھا کر شیدے کے پیروں میں آ گرا' جس پر شیدے نے اس پر پاؤں رکھ کر اسے دبا لیا۔ اسی وقت گلی کی نکڑ سے ایک ننگ دھڑنگ شخص نمودار ہوا جس کے اوپری جسم پر چار گرہ کپڑا تھا جبکہ نچلا دھڑ کسی بھی قسم کے پردے سے عاری تھا۔ اس کے پیچھے شرارتی قسم کے بچوں کا ایک گروہ تھا' جو اسے اس کی مجذوبی

کیفیت کی وجہ سے سنگسار کر کے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کافی دیر سے سنائی دینے والا شور وغل انہی بچوں نے مچایا ہوا تھا۔

"لگتا ہے کوئی پاگل ہے اور کسی دوسرے گاؤں سے آیا ہے۔" شیدے نے چیتے پر ٹارزن کی طرح پاؤں رکھے رکھے کہا۔

"ہو سکتا ہے کسی لیلی کا مجنوں ہو اور ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر' سوئے لیلی جا رہا ہو۔" منیرے نے مجذوب کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "شیدے 'الو کے پٹھے !ارے غور سے دیکھ۔ اگر یہ میرا ضعف بصارت نہیں تو مجھے یہ اپنا ابا لگ رہا ہے۔"

منیرے کے چیخنے پر شیدے نے اچھل کر پاگل کی طرف دیکھا اور پھر ایک چیخ مارتے ہوئے پاگل کی طرف دوڑ پڑا۔ "ابا...... ہائے او میریا ابا !تو کتھے پیار لدا ایں۔"

منیرے نے بھی اس کی تقلید کی۔ "ابا..... او ساڈیا' پیاریا ابا !تو کتھے

ڑ گیا سیں۔"

ساوے نے جب اچانک ہی ان دونوں کی اپنی طرف لپکتے دیکھا تو اندیشہ گرفتاری سے لرزتے ہوئے پیچھے مڑ کر بھاگنا چاہا مگر واپسی کا راستہ بھی بند تھا اور اس سے پہلے کہ وہ شیطان کے ان چیلوں کو راستے سے ہٹا کر فرار ہونے میں کامیاب ہوتا' وہ دونوں اس تک پہنچ گئے اور انہوں نے اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر قابو کر لیا۔

"چھوڑو مجھے' الو کے پٹھو! میں کہتا ہوں چھوڑو مجھے...... جانے دو مجھے۔"

ساوے نے ان کی گرفت میں مچلتے ہوئے کہا۔ "حرامیو! میں تمہارا باپ ہوں۔ کچھ تو خیال کرو میرا' کیوں مجھے بے موت مروانا چاہتے ہو؟"

"اب خیال ہی تو کیا ہے تمہارا' جبھی تو ان سب شیطانوں سے تمہاری جان چھڑائی ہے اور کتنا خیال کریں۔" شیدے نے بھاگتے ہوئے شرارتی بچوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوئے پتر منیرے! تمہیں خدا کا واسطہ' مجھے چھوڑ دے۔ اللہ تمہیں درجنوں بیٹے عطا فرمائے۔ مجھ یتیم پر رحم کرو۔" ساوا زور آزمائی ترک کر کے گڑگڑانے پر اتر آیا۔ "شیدے پتر! تو ہی اپنے ابے کا خیال کر' کیوں مجھے ذلیل کروانا چاہتے ہو؟"

"ابا تم اتنا ڈرے ہوئے کیوں ہو۔ ہم تجھے کوئی مارنا چاہتے ہیں۔"

"تم نہ مارو گے تو کیا' وہ دونوں چڑیلیں تو مجھے خوب پیٹیں گی' نا!"

ساوے کو تصور میں دونوں بیویوں کے غصے سے لال بھبھوکا چہرے نظر آنے لگے۔

"انہوں نے کیا مارنا ہے؟ انہوں نے ہی تو ہمیں بھیجا ہے کہ تمہیں تلاش کر کے لائیں۔" منیر ہنسا۔

"اسی لئے تو بھیجا تھا کہ مجھے ڈھونڈ کر لاؤ تا کہ مجھے اچھی طرح مار سکیں۔ میں ان کی فطرت سے اچھی طرح واقف ہوں۔" ساوے کے چہرے پر بے یقینی کے تاثرات ابھر آئے۔

"نہیں' ابا! وہ تو تمہاری جدائی کی وجہ سے اس قدر بے حال ہیں کہ بیچاریوں بول بھی نہیں سکتیں۔ ورد و چھوڑا سہنا ان کے لئے اس قدر مشکل ہو گیا تھا کہ وہ اس وچھوڑے پر موت کو ترجیح دے رہی تھیں۔ تبھی تو ہم ان کے غم کی شدت کو کم کرنے کے لئے تمہیں ڈھونڈنے نکل پڑے تھے۔" منیرے نے ابے کو تسلی دی۔

"میں نہیں مانتا کہ انہیں میری جدائی کا اتنا درد ہو۔" ساوے نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں' ابا! وہ واقع شدت سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں گی اور تمہارے جانے پر مارنا تو درکنار وہ تمہیں کچھ کہیں گی بھی نہیں' الٹا

تمہارے واری صدقے جائیں گی۔" شیدے نے بھی تصدیق کی تو ساوا ان کی بات مان کر ان کے ساتھ گھر کو چلنے کو تیار ہو گیا۔

"چلو میں گھر تو چلا جاؤں گا مگر میری دھوتی کے بغیر واپسی کہیں ان کو ناگوار نہ گزرے۔"

منیرے کے استفسار پر جب ساوے نے دھوتی کا سارا قصہ سنایا تو منیرا اچھل پڑا۔ "تمہاری دھوتی چیتے کے پاس ہے۔"

ہاں' وہی کمینہ میری دھوتی لے کر فرار ہوا تھا۔"

"پھر تو ابھی مل جائے گی۔"

"وہ کیسے؟" ساوے کے لہجے میں تجسس تھا۔

جواباً منیرے نے مسجد کے دروازے کی طرف دیکھا۔ جس کے باہر دتے کا چیتا ادھ موا لیٹا تھا اس کی اس بے ہوشی کا سبب اتنی طویل دوڑ کے بعد پسلیوں میں پڑنے والا منیرے کا ٹھڈا اور دوسرا شیدے کے

جسم کا وزن تھا جو شیدے نے اسے دبائے رکھنے کے لئے اس پر ڈالا تھا۔ ساوے نے جب منیرے کی نظروں کا تعاقب کیا تو چیتے کو اسطرح دنیا و ما فیہا سے بے خبر پا کر اچھل پڑا اور کمان سے نکلے تیر کی طرح چیتے کی طرف دوڑ پڑا۔ چیتے کے قریب پہنچ کر اس نے سب سے پہلے ایک زوردار ٹھوکر اس کی تھوتھنی پر لگائی' جس پر اس نے عجیب و غریب سی آوازیں حلق سے نکالنا شروع کر دیں۔ منہ کھلنے کی وجہ سے دھوتی والا شاپر اس کے دانتوں کی گرفت سے خود بخود آزاد ہو گیا۔ جو ساوے نے اٹھانے کے بعد اس سے فٹ بال کھیلنے کی مشق شروع کر دی۔ جب اس کے واویلے اور فریاد پر رحم دل منیرے نے اس غریب کی جان بخشی کی سفارش کی تو ساوے نے پھر ایک آخری ٹھڈا مارتے ہوئے اس کی جان چھوڑ دی۔

''کتے کا پتر! اب جان گیا ہوگا اب جان گیا ہوگا کہ ساوے سے پنگا لینے کا انجام کیا ہوتا ہے۔''

''چل چھوڑ ابا! کیوں اس غریب پر اتنا ظلم کرتے ہو۔ چلو گھر کی طرف چلیں دو مظلوم بیبیاں اپنے صبح کے بھولے شوہر کا انتظار کر رہی ہیں۔'' منیرے نے کہا۔

اور پھر وہ تینوں خراماں خراماں اپنے گھر کی طرف چل پڑے۔

☆☆☆☆☆
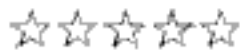
''ہائے' او میر یار با! میرے سر دا سائیں کدھر گیا۔ صبح گیا تھا اور اب تو سورج بھی کب کا غروب ہو گیا ہے' ابھی تک وہ نہیں لوٹا۔'' زوجہ اول نے سر کے بال نوچتے ہوئے کہا۔

''زوجہ ثانی نے بھی اک المیہ تان لگائی۔'' اب تو رات بھی سر پہ ہے مگر میرا سر تاج ابھی تک واپس نہیں آیا۔''

برخوردار نمبر تو جو کہ اپنی ماؤں کی اس بے حالی پر حیران و پریشان تھا۔ بول پڑا۔

''اماں ! کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ابا دور بہت دور چلا گیا ہو۔''

''منحوس ! اپنی ماں سے مذاق کرتا ہے۔ ہم ہیں کہ سینہ درد سے پھٹا جا رہا ہے اور تم ہو کہ مذاق سوج رہا ہے'' زوجہ اول غصے میں آ گئیں۔

''ارے اماں ! جو شخص تم دونوں کی مار کھانے کا عادی ہے اسے کچھ ہو سکتا ہے بھلا؟'' برخوردار نمبر پانچ نے کہا۔ ''.....اور میں تو یہ دیکھ دیکھ کر حیران ہوں کہ تم دونوں ابے کی یاد میں آنسو بہا رہی ہو۔ تم دونوں نے اپنے مجازی خدا کو اتنا مارا کہ اپنی ذات پر اس بیہمانہ تشدد کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنی زندگی سے تنگ آ گیا اور راہ فرار اختیار کر گیا اور اب تم اس کی یاد میں ایسے آنسو بہا رہی ہو جیسے تمہیں اس سے بہت محبت ہو۔''

''تو کیا ہمیں اپنے سرتاج سے محبت نہیں ہے۔ وہ ہمارے سر کا سایہ ہے ہمارے لئے ایک ایسا سائبان ہے جس کی چھاؤں تلے ہم سکھ سے زندگی گزار رہی ہیں۔'' زوجہ ثانی بولیں۔

''وہی تو ہماری زندگی ہے اور وہی ہماری دنیا ہے ہماری رونق ہے وہ نہیں تو سارا جہان سونا سونا لگ رہا ہے۔ ارے کوئی ہم سے ساری دنیا لے لے اور ہمیں ہمارا سرتاج لوٹا دے۔'' زوجہ اول باقاعدہ بین کرنے لگیں۔

''تو پھر پہلے سے اتنا مارا کیوں تھا؟ نہ تم اسے اتنا مارتیں اور نہ ہی وہ گھر چھوڑ کر جاتا۔'' برخوردار نمبر پانچ نے رشوت خور افسر کے ضمیر کی طرح سوال کیا۔

''ارے یہی تو ہم نصیبوں جلی سے غلطی ہو گئی جس کا کفارہ اب ممکن نہیں۔''

اب ہمیں اس سے "لاڈ" کرتے ہوئے کہاں علم تھا کہ برامان کر ایسے چلا جائے گا کہ لوٹ کر بھی نہیں آئے گا۔" زوجہ اول اشکبار ہو گئیں۔

"ہاں، ہم تو اس سے محبت جتاتے ہوئے مار رہی تھیں۔ کوئی اپنا سمجھ کر ہی تو سزا دیتا ہے، اب یہ ہم مرن جوگیوں کے تو وہم بھی نہ تھا کہ وہ اتنا ناراض ہو جائے گا۔" زوجہ ثانی بھی محو گریہ ہو گئیں۔

"مگر میں تو تم دونوں سے ناراض نہیں ہوں"

اس مسکراتی ہوئی آواز پر دونوں نے اپنی اشکبار آنکھیں اوپر اٹھائیں تو اپنے بالکل سامنے ہی ساوے کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔

"ساویا تم ....! زوجہ اول لپک کر ساوے کے سینے سے لگ گئیں۔

زوجہ ثانی بھلا کہاں پیچھے رہتیں۔ وہ بھی "میرے سرتاج"! کہتے ہوئے ساوے کی بانہوں کے گھیرے میں آ گئی۔

"ارے کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ چھوڑو مجھے، ساری اولاد دیکھ رہی ہے کہ تم کتنی بے شرم ہو۔" ساوا انہیں خود سے ہٹانے لگا۔

"ہم بے شرم ہی سہی مگر ساویا! ہمیں اپنے سینے سے لگا رہنے دو سکون مل رہا ہے۔" زوجہ اول نے روتے ہوئے کہا۔

"ہاں، بالکل ایسے لگ رہا ہے جیسے ہم صدیوں سے سکون کو ترسی ہوئی ہوں۔" زوجہ ثانی کی آواز بھی رندھی ہوئی تھی۔

"ارے میں تو اس امید پر گھر آیا تھا کہ تمہاری، گالیاں، جلی کٹی باتیں، کوسنے اور ڈنڈے ملیں گے۔ مگر تم تو ایسا سلوک کر رہی ہو جیسے ابھی تک مجھے پہچانا ہی نہیں۔"

ساوا دل کی مسرت چھپاتے ہوئے بولا۔

"دل جلانے والی بات نہ کرو۔ پہلے بھی ہم سے بہت زیادتی ہو گئی ہے جس پر ہم تم سے معافی خواستگار ہیں۔" زوجہ ثانی نے ہاتھ

جوڑے۔

"......اور ویسے بھی صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے دوبارہ مار کر گھر سے نکالا نہیں کرتے۔" زوجہ اول کے لہجے میں شوخی در آئی تھی۔

.........اور پھر تھوڑی دیر بعد ساوا اپنی منکوحات کے ہاتھ کے بنے ہوئے کھانوں پہ ہاتھ صاف کر رہا تھا اور اس وقت اس کے چہرے پہ ہلکی سی چمک اور تفاخر کا ہلکا سا احساس تھا۔

ختم شد